سرکارِ دو عالم

(حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک)

محمد حسین حسان ندوی جامعی
سابق ایڈیٹر پیام تعلیم

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی

صدر دفتر
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ
جامعہ نگر۔ نئی دہلی

شاخ
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ
اردو بازار
دہلی ۶

شاخ
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ
پرنسس بلڈنگ
بمبئی ۳

نومبر ۱۹۶۲ء

پہلی بار ۱۱۰۰ قیمت -/۲

یونین پرنٹنگ پریس دہلی

فہرست مضامین

تمہید

سیرتِ پاک پر یہ چھوٹی سی کتاب پہلے پہل غالباً ۱۹۳۲ء میں چھپی تھی۔ خدا نے اس کتاب کو بہت مقبولیت دی۔ جن کے لئے یہ لکھی گئی تھی اُنھوں نے اِسے بہت پسند کیا۔ بہت سے اُستادوں نے بھی اس کوشش کو بہت سراہا۔ جامعہ ملیہ کے علاوہ میسور وغیرہ میں اِسے نصاب میں بھی شامل کیا گیا۔ اور اس طرح ۱۹۴۷ء تک اس کے بہت سے ایڈیشن نکل گئے۔ اس عرصے میں برادرم غلام سرور صاحب بی۔ اے جامعہ فاضل مصر اور دوسرے بزرگوں کے مشوروں کے مطابق اس میں اصلاح و ترمیم بھی برابر ہوتی رہی۔

اب ایک عرصے کے بعد برادر محترم غلام ربانی صاحب تاباں کی عنایت اور توجہ سے یہ پھر چھپ رہی ہے۔ چھپنے سے پہلے اس میں ضروری اصلاح و ترمیم کر لی گئی ہے۔ اُمید ہے کہ ہماری نئی نسل بھی اِسے اُسی توجہ اور دلچسپی سے پڑھے گی اور فائدہ اُٹھائے گی۔

محمد حسین حسان ندوی جامعی
سابق ایڈیٹر پیامِ تعلیم

جون ۱۹۶۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرب

آپ نے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم (اللہ... ان پر درود اور سلام بھیجے) کے حالات اس سے پہلے مکتبے کی چند اور کتابوں میں پڑھے ہوں گے ان میں عرب کا ذکر بھی آیا ہے عرب ایک بہت بڑے ملک کا نام ہے۔ پہلے اس کا بڑا حصّہ ترکوں کی حکومت میں تھا۔ اب یہ کئی آزاد حکومتوں میں بٹ گیا ہے۔

یہ ملک سمندر کی سطح سے اونچا ہے یہاں ریگستان کا علاقہ بھی بہت کافی ہے اسی لئے گرمیوں میں یہاں سخت گرمی پڑتی ہے۔ ہاں یمن کے علاقہ میں پہاڑ ہیں۔ یہاں بارش بھی کافی ہو جاتی ہے۔ اس لئے یہاں سرسبزی ہے۔ باغات بھی ہیں کھیتی باڑی بھی ہوتی ہے اور یہاں کا قہوہ تمام دنیا میں مشہور ہے۔ نجد میں بھی بارش ہو جاتی ہے۔ اسی لئے یہاں نخلستان بہت ہیں۔ کھجور افراط سے پیدا ہوتی ہے، چشمے، نالے اور ندیاں بھی جاری رہتی ہیں۔

عرب کے ایک حصے یا صوبے کو حجاز کہتے ہیں۔ ہمارے رسولؐ اسی کے ایک مشہور شہر مکّے میں پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے ہم اس صوبہ کے حالات ذرا تفصیل سے بیان کریں گے۔

حجاز کے حدود اربعہ (چو حدّی) یہ ہیں: پورب میں نجد کا علاقہ، پچھم میں بحر احمر، اُتر میں صحرائے شام، دکھن میں عسیر کے پہاڑ، اس کی لمبائی اُتر سے دکھن گیارہ سو میل۔ پورب سے پچھم ۱۸۶ میل اور مجموعی حیثیت سے اس کا رقبہ ۹۶ ہزار دو سو ۶۲ مربّع میل ہے۔ آبادی سب مسلمان اور عرب ہے۔ ہاں مکّے اور مدینے میں دوسرے ملکوں کے مسلمان بھی آباد ہیں۔

حجاز میں کوئی دریا نہیں ہے۔ بارش بہت کم اور عموماً سردیوں میں ہوتی ہے دو چار دفعہ گرمیوں میں بھی ہو جاتی ہے۔ بارش کا پانی زمین جذب کر لیتی ہے اور اس سے کہیں کہیں چھوٹی چھوٹی نہریں پھوٹ کر بہنے لگتی ہیں۔ تم نے مکّے کی مشہور نہر زبیدہ کا نام سُنا ہوگا۔ یہ اسی قسم کی نہر ہے۔ مدینے میں بھی اسی قسم کی ایک نہر نہر زرقا ہے۔ آب و ہوا گرم و خشک ہے۔ گرمی خوب پڑتی ہے لو بھی چلتی ہے۔ سردی بھی نہیں ہوتی۔ ہاں مدینے اور طائف وغیرہ میں البتہ کافی سردی ہوتی ہے۔ یہ سمندر کے کنارے کے علاقے ہیں۔ یہاں کی آب و ہوا مرطوب ہے۔

اس علاقے میں پہاڑ زیادہ ہیں ریگستان کم، مشہور پہاڑ جبل السراۃ کا سلسلہ اُتر سے دکھن تک پھیلا ہوا ہے۔ اس میں کہیں کہیں چشمے بھی جاری ہیں۔ کھیتی باڑی بھی ہوتی ہے۔ باغ بھی ہیں۔ اور گاؤں آباد ہیں۔ غلّے کی پیداوار ضرورت کے مطابق ہو جاتی ہے۔ کھیتوں میں جَو، جوار، باجرہ اور گیہوں بوئے جاتے ہیں۔

ترکاریاں بہت تھوڑی ہوتی ہیں، میووں میں کھجور زیادہ پیدا ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ انگور، انار، برشومی (ایک عربی میوہ) انجیر، کیلا، سیب، بہی، شہتوت، تربوز، خربوزہ اور ککڑی بھی کافی مقدار میں ہوتی ہے۔ کہیں کہیں باغوں میں امرود کے درخت بھی لگے ہیں۔ اور تمہیں یہ سُن کر تعجب ہوگا کہ وہاں کی دو جگہوں، سولتہ اور بدی الشام میں آموں کے بھی کچھ درخت ہیں۔

جانوروں میں سب سے زیادہ اونٹ ہوتا ہے۔ یہ ریگستان کا جہاز مشہور ہے۔ اس کے بعد بکری، دُنبے، گھوڑے اور گدھے۔ کسی کسی جنگل میں ہرن اور خرگوش بھی پائے جاتے ہیں۔ درندوں میں بھیڑیے اور لومڑیاں بہت ہیں۔ پرندوں میں کبوتر، تیتر، بٹیر، فاختہ، ابابیل اور دوسری چڑیاں۔ حجاز کے پہاڑوں میں سونے چاندی اور کوئلے کی کانیں بھی ہیں۔ سمندر کے کنارے بعض مقامات پر تیل کے چشمے بھی ہیں۔

یہاں کے مشہور شہر مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، طائف اور معان ہیں۔ مکہ تو وہ مقام ہے جس میں آنحضرتؐ پیدا ہوئے تھے۔ مدینے میں آپ کا روضۂ مبارک ہے۔ سمندر کے کنارے کے شہر یہ ہیں۔ جدہ۔ رابغ۔ ینبع۔ عقبہ۔ الحورا۔ الوجہ۔ اللیث۔

پہلے حجاز میں سواری کے لئے صرف اونٹ یا گدھے تھے۔ مگر اب کچھ عرصے سے موٹروں کا رواج ہو گیا ہے۔ ترکوں کے زمانہ میں بغداد سے مدینے تک ریل بھی چلی تھی۔ مگر اب وہ خراب پڑی ہے۔

سلطان ابن سعود کے خاندان کی حکومت سے پہلے حجاز میں بہت بدامنی تھی۔ حاجیوں کے قافلے کے قافلے لُٹ جاتے تھے۔ مگر اس حکومت کے زمانے

میں یہ بات نہیں رہی اور سب طرف امن و امان ہے۔

پہلے اس ملک کی مالی حالت کچھ زیادہ اچھی نہیں تھی۔ مگر شاہ سعود کی حدودِ مملکت میں تیل کے چشمے نکل آنے سے بڑا انقلاب آگیا ہے۔ روپے کی ریل پیل ہو گئی ہے۔ دولت کی فراوانی کا اثر ہر چیز پر پڑا ہے۔ جدہ شہر پہلے گندگی کے لئے مشہور تھا پر اب اس نے کینچلی بدل لی ہے۔ اب وہ یورپ کا ایک حصہ معلوم ہوتا ہے۔ دوسرے شہروں میں بھی نئی عمارتیں برابر بن رہی ہیں۔ مکے میں کعبہ شریف کی صفائی اور مرمت و اصلاح کی گئی ہے۔ اسی طرح مدینے میں مسجد نبوی کی نئے سرے سے مرمت اور توسیع کی گئی ہے۔ تعلیم کی طرف بھی توجہ کی جا رہی ہے۔ مکے میں ایک عربی یونیورسٹی قائم ہو گئی ہے۔ حاجیوں سے اب حج کا ٹیکس بھی نہیں لیا جاتا۔ یہ پہلے حجاز کی آمدنی کا یہ ایک بڑا ذریعہ تھا۔

عرب کے بسنے والے

ہمارے ملک میں زیادہ تر لوگ دیہاتوں اور کچھ شہروں میں رہتے ہیں۔ عرب میں زیادہ تر لوگ خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ وہاں شہر کے رہنے والے کو حضری اور خانہ بدوشوں کو بدوی یا بدو کہتے ہیں۔

وہاں کی آبادی مختلف خاندانوں، کنبوں اور گھرانوں میں بٹی ہوئی تھی۔ ان ہی خاندانوں اور گھرانوں کو قبیلہ کہتے ہیں۔ ہر ایک قبیلہ اپنے کسی بڑے بوڑھے کے نام سے مشہور ہوتا تھا۔ مثلاً اوس، خزرج، قریش وغیرہ۔ ہر قبیلے کا ایک سردار ہوتا تھا۔ اور قبیلے کے لوگ اپنے سردار کی اتنی ہی عزت کرتے تھے جتنی کسی بادشاہ کی۔ اس کا حکم بجا لانا قبیلے کے ہر شخص پر فرض تھا۔

عرب قوم بہت بہادر مشہور ہے۔ مردانگی اور بہادری گویا اس کی گھٹی میں پڑی ہے۔ ایک عرب لڑائی کے میدان میں جان دینا اپنی عزت سمجھتا ہے۔ بستر پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنا اس کے نزدیک سخت ذلت ہے۔ سخاوت اور مہمان نوازی میں بھی عرب ہمیشہ سے مشہور ہیں۔ غریب سے غریب بدوی بھی بہت مہمان نواز ہوتا ہے۔ ایسی مثالیں سننے میں آتی ہیں کہ کسی غریب بدوی کے پاس ایک ہی اونٹ ہے اور اس کی بدولت اس کی گذر اوقات ہوتی ہے۔ لیکن کوئی مہمان آگیا ہے تو اس نے اس ایک اونٹ کو بھی ذبح کر دیا ہے۔

عربوں کی زبان بھی نکھری ستھری اور فصیح و بلیغ تھی۔ انھیں خود بھی اس پر بہت ناز تھا۔ دوسرے ملکوں کے لوگوں کو عجم (گونگا) کہتے تھے۔ شاعری اور خطابت (تقریر) کے فن میں بھی انھوں نے بہت ترقی کی تھی۔ ہر سال جگہ جگہ میلے لگتے تھے۔ ان میلوں میں عام خرید و فروخت اور تجارت کی چہل پہل کے ساتھ شعر خوانی کی مجلسیں اور کبھی کبھی تقریروں کے جلسے بھی ہوتے تھے جس کی قابلیت کا سکہ یہاں بیٹھ جاتا تھا اس کی شہرت تمام ملک میں پھیل جاتی تھی۔ ان بازاروں میں سب سے مشہور عکاظ کا بازار تھا۔

تقریر کرنے والوں کی شعلہ زبانی اور شاعروں کی آتش بیانی کا یہ اثر تھا کہ قبیلے کے قبیلے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو جاتے۔ شاعر اپنے شعر میں جس کسی کی برائی کر دیتا وہ سب کی نظروں سے گر جاتا اور جس کی تعریف کر دیتا وہ ملک بھر میں عزت کی نظر سے دیکھا جاتا۔

عرب میں بادشاہت کا دستور نہ تھا۔ بلکہ قبیلہ قبیلہ الگ ہوتا تھا۔ ہر قبیلے

کا سردار اپنے قبیلے کے لوگوں پر حکومت کرتا تھا۔ ملک کی شمالی اور مشرقی سرحدوں پر بے شک عربی حکومتیں تھیں لیکن اُن پر روم اور ایران کی بادشاہتوں کا اثر تھا۔

۳۔ اِن قبیلوں میں باہم بڑی مخالفت اور دشمنی رہتی تھی۔ اِسی وجہ سے اِن میں کبھی اتنی طاقت نہیں پیدا ہوئی کہ دوسرے ملکوں کو فتح کرسکیں یا کوئی حملہ کرے تو مل کر مقابلہ کرسکیں۔ ہمیشہ آپس ہی لڑتے رہتے۔ لڑائی کے لئے کسی معقول سبب کی ضرورت نہ تھی۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر تلواریں میان سے نکل آتیں۔ اور خون کی ندیاں بہہ جاتیں۔ کبھی کبھی لڑائی کا یہ سلسلہ کئی پشتوں تک چلتا تھا۔ اُن کے شاعر جوش دلانے والے شعر پڑھ پڑھ کر لڑائی کی آگ کو اور بھی بھڑکاتے رہتے۔

۳۔ ان میں اور بھی بہت سی بُرائیاں تھیں، شراب، جوا، چوری اور لوٹ مار کو عیب نہیں سمجھتے تھے۔ شراب کھلے بندوں پیتے سارے ملک میں لکھنے پڑھنے کا رواج نہ تھا۔ خدائے برحق کے نام سے ناآشنا تھے۔ پیغمبروں سے ناواقف تھے کسی آسمانی مذہب کے پیرو نہ تھے۔ جگہ جگہ بتوں کی پوجا ہوتی تھی۔ اور انہی کے ناموں کی دہائی پکاری جاتی تھی۔ البتہ عربی سرحدوں پر لوگوں نے عیسائی مذہب اختیار کرلیا تھا۔

خانہ کعبہ

۱۔ حضرت ابراہیمؑ کا ذکر قرآن مجید میں بار بار آیا ہے۔ آپ بہت بڑے پیغمبر گذرے ہیں۔ اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کو آپ ہی نے قربانی کے لئے پیش کیا تھا۔ خدا کو یہ بات اس قدر پسند آئی کہ ہمیشہ کے لئے قربانی کی رسم قائم کردی بقرعید میں

ہر مسلمان (جسے خدا توفیق دیتا ہے) قربانی ضرور کرتا ہے۔ یہ اُسی رسم کی یادگار ہے۔
ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی کی اولاد ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ اور اُن کی ماں حضرت ہاجرہ کو مکّہ میں آباد کر دیا تھا۔ یہی جگہ تھی جہاں عبادت کا پہلا گھر بنا تھا اور اس وقت بے نشان سا ہو رہا تھا۔

حضرت اسمٰعیلؑ کچھ بڑے ہوئے تو باپ (حضرت ابراہیمؑ) کے ساتھ مل کر خدا کے اُس پرانے گھر کو دوبارہ بنایا۔

اللہ نے بھی اپنے اس پاک گھر کو بہت عزّت بخشی۔ اس کے آس پاس کی زمین کو حرم قرار دیا۔ اس میں لڑائی بھڑائی، قتل و غارت، جانوروں کو مارنا اور تکلیف دینا سب ناجائز قرار دیا۔ دنیا کے سارے مسلمان اسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ بیسیوں ملکوں کے لاکھوں مسلمان (حج کے لئے) سالانہ اس مرکز پر جمع ہوتے ہیں۔ آپس میں ملتے جلتے ہیں۔ باہمی محبت کے رشتہ کو مضبوط کرتے ہیں۔ اور اپنے ایمان کو تازہ کرتے ہیں۔

مکے کی زمین میں دور دور تک پانی کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ حضرت ہاجرہ وہاں پہنچیں تو پیاس کی شدّت سے انھیں بہت تکلیف ہوئی۔ اُنھوں نے پانی کے لئے دعا مانگی اور اُن کی دعا قبول ہوئی اُنھوں نے ایک جگہ زمین کھودی اور میٹھے پانی کا چشمہ نکل آیا۔ یہ چشمہ اب تک موجود اور چاہِ زمزم کے نام سے مشہور ہے۔ خدا نے اس میں بڑی برکت دی ہے۔

قریش

مکے میں حضرت اسمٰعیلؑ کی نسل خوب پھلی پھولی لیکن کچھ دنوں کے بعد دوسرے لوگوں نے اس پر قبضہ کر لیا اور یہاں کے رہنے والوں یعنی حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد کو باہر نکال دیا۔ یہ لوگ عرب کے دوسرے حصّوں میں پھیل گئے صرف ایک خاندان (جو بعد میں قریش کے نام سے مشہور ہوا) مکّے کے قریب ہی آباد ہو گیا لیکن یہ اس قدر کمزور تھا کہ اپنے دشمنوں پر غالب نہ آسکتا تھا۔

بہت دنوں کے بعد اُس خاندان کے ایک سردار قصی بن کلاب نے بہت طاقت پیدا کر لی۔ اپنے دشمنوں کو مکّہ سے نکال کر شہر پر قبضہ کر لیا اور اپنے قبیلے کے ساتھ پھر آباد ہو گئے۔ خانہ کعبہ کا انتظام بھی اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اس طرح قریش نے اپنی کھوئی ہوئی عزّت دوبارہ حاصل کر لی اور قصی بن کلاب کو تمام عرب میں مذہبی سردار کی حیثیت حاصل ہو گئی۔

اس نیک سردار نے اور بھی اچھے اچھے کام کئے۔ آپس میں مشورے کے لئے ایک انجمن قائم کی۔ قوم کے بڑے بڑے لوگ اس انجمن میں آکر اہم باتوں کے بارے مشورے کرتے تھے۔ حج کے زمانہ میں قریب قریب سارا عرب مکّے میں اُمنڈ آتا تھا۔ اُن کے لئے دعوت اور میٹھے پانی کا انتظام کیا۔

مذہب

شروع شروع میں مکّہ اور سارے عرب کے لوگ ایک ہی خدا کو مانتے

اور اسی کی عبادت کرتے تھے۔ لیکن آہستہ آہستہ اُن کے خیالات گمراہی کی طرف بھٹکنے لگے۔ ایک خدا کی جگہ بہت سے خداؤں کا خیال دماغوں میں بیٹھ گیا۔ پتھر مٹی، درخت، چاند، سورج، پہاڑ غرض ہر چیز کی پوجا ہونے لگی۔ رفتہ رفتہ یہ گمراہی سارے ملک پر چھا گئی۔ جو گھر اس لئے بنایا گیا تھا کہ اس میں ایک اللہ کی عبادت ہو۔ اب وہ تین سو ساٹھ بتوں کا مندر ہو گیا۔ اِن مورتیوں کو وہ خود ہی بناتے، خود ہی اُن کے سامنے جا کر سجدے کرتے، چڑھاوے چڑھاتے ان سے مُرادیں مانگتے۔

عرب کے کچھ لوگ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو ماننے والے بھی تھے۔ مگر انھوں نے بھی اپنے دین میں نئی نئی باتیں نکالی تھیں۔ عیسائی حضرت عیسیٰؑ کو (نعوذ باللہ) خدا کا بیٹا کہنے لگے، یہودیوں نے اپنی مذہبی کتاب توریت میں اپنے مطلب کے مطابق بہت سی باتیں بدل دیں۔

دوسرے ملکوں کی حالت بھی کچھ اچھی نہ تھی۔ ایران میں لوگ آگ کو پوجتے تھے۔ روم[1] میں عیسائی مذہب تھا مگر برائے نام۔ وہاں کے گرجاؤں میں حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کے بتوں کی پوجا ہوتی تھی۔ مذہب کے نام پر ایسے ایسے ظلم کئے جاتے تھے۔ جنھیں سُن کر رونگٹے کھڑے ہوتے تھے۔

غرض عرب بلکہ ساری دنیا کی حالت اس وقت نہایت خراب تھی ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا، اور ضرورت تھی ایک ایسی ہستی کی جو اس اندھیرے کو

---

[1] پہلے اٹلی کے پورے ملک کو روم کہتے تھے۔ اب یہ صرف اُس کے ایک شہر کا نام ہے۔

اُجالے سے بدل دے۔ لوگوں کو سچا مذہب بتائے۔ ایک اللہ کی عبادت کرنا سکھائے بُری باتوں سے روکے۔ اچھی باتوں پر عمل کرائے اور دنیا کو امن اور سلامتی کا پیغام دے غرض انسان کو صحیح معنوں میں انسان بنا دے۔

مکے میں ایک چراغ روشن ہوا جس کی روشنی نے عرب کے گمراہوں کو سیدھے راستے پر لگا دیا۔ اُن کی روح، اُن کا دل، اُن کا دماغ سب کچھ بدل گیا۔ وہ صرف نیک ہی نہیں ہو گئے۔ بلکہ سچائی، شرافت، رحم دلی، ہمدردی، خوش خلقی اور ملنساہت میں ساری دنیا کے لئے نمونہ بن گئے۔

دنیا کے یہ سب سے بڑے انسان جن کی خود اللہ اور اس کے فرشتوں نے تعریف کی جو انسان کے لئے رحمت اور دونوں جہانوں کے سردار کہلاتے جن کے ماننے والے اب بھی ۵۰ کروڑ سے زیادہ انسان دنیا میں موجود ہیں۔ ہمارے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم

پیدائش

قصی بن کلاب (قریش) کے خاندان میں عبدالمطلب کا گھرانا سب سے ممتاز تھا۔ خدا نے انھیں بہت سی اولادیں دیں۔ اُن میں ابوطالب، عبدالعزیٰ (ابولہب) حضرت حمزہ، حضرت عباس اور حضرت عبداللہ زیادہ مشہور ہوئے۔

عبداللہ جوان ہوئے تو قبیلہ بنی زہرہ (قریش) کے سردار کی لڑکی حضرت آمنہؓ سے شادی کردی گئی۔ بیاہ کو ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے تھے کہ حضرت عبداللہ کو تجارت کی غرض سے شام کا سفر کرنا پڑا۔ واپسی کے وقت مدینے میں بیمار ہوئے اور وہیں انتقال کیا۔

حضرت عبداللہ کے انتقال سے تقریباً دو مہینے بعد نویں ربیع الاول کو پیر کے دن صبح صادق کے وقت تمام نبیوں کے سردار، اللہ کا آخری پیام لانے والے محتاجوں اور غریبوں کی تسکین، مظلوموں کا سہارا یعنی رسول عربی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

عبدالمطلب کو جوان بیٹے کی موت کا بہت صدمہ تھا۔ جب یہ خوشی کی

خبر انھیں سُنائی گئی تو غم کا بوجھ ہلکا ہو گیا۔ فوراً آئے ہونہار پوتے کو گود میں لیا۔ سینے سے لگایا خانہ کعبہ میں لے گئے اور دعا مانگی۔ ساتویں روز بڑی دھوم دھام سے عقیقہ کیا۔ قریش کے لوگوں کی شاندار دعوت کی۔ اور آپ کا مبارک نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھا۔

مکّے کے شریف اور خاندانی لوگ اپنے بچّوں کو پیدا ہوتے ہی دیہات کی دائیوں کے سپرد کر دیتے تھے۔ یہ دائیاں ان بچّوں کو اپنے ساتھ دیہات میں لے جاتیں اور جب دودھ پینے کا زمانہ ختم ہو جاتا تب واپس لاتیں۔ آپ کی دایہ گری بی حلیمہؓ کے سپرد ہوئی۔

اُنھوں نے حضرت آمنہؓ سے آپؐ کو لے لیا۔ اپنے گھر لے گئیں اور بڑی محبت اور پیار سے آپؐ کی پرورش کی۔ اُن کی صاحبزادی شیماء سے آپؐ بہت مانوس ہو گئے تھے۔ وہ ہر وقت آپ کو گود میں لئے کھلاتی رہتی تھیں۔ دو سال گذر چکے تو بی حلیمہؓ آپ کو لے کر حضرت آمنہ کے پاس آئیں۔ مگر اس زمانے میں شہر کی آب و ہوا کچھ خراب تھی حضرت آمنہ نے آپ کو پھر واپس کر دیا۔ آخر چوتھے برس حلیمہؓ سعدیہ نے یہ بڑی امانت حضرت آمنہ کے سپرد کی۔

حضرت آمنہ کا انتقال

حضرت عبد اللہؓ کے انتقال کے بعد حضرت آمنہ نے یہ معمول کر لیا تھا کہ ہر سال اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کے لئے مدینے تشریف لے جاتی تھیں۔ اس مرتبہ اُنھوں نے اپنے اِکلوتے بچّے کو بھی ساتھ لے لیا۔ لوٹتے میں بیمار ہو تیں

اور راستے ہی میں ایک گاؤں میں انتقال فرمایا۔

آنحضرتؐ کے لئے اس ننھی سی عمر میں یتیمی کا داغ کیا کم تھا کہ ماں کی موت کا صدمہ بھی اُٹھانا پڑا۔ آپ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کی پرورش اپنے ذمّے لی اور بڑی محبت وشفقت سے آپ کو پالنا شروع کیا۔ مگر ابھی آپ کی عمر آٹھ برس کی بھی نہیں ہوئی تھی کہ بوڑھے دادا نے بھی دنیا سے رحلت کی اور مرتے وقت آپ کو ابوطالب کے سپرد کر گئے۔ اور اُنھیں آپ کی پرورش اور نگرانی کی خاص طور پر وصیّت کی۔ ابوطالب آپ کے حقیقی چچا تھے۔ پھر باپ کی وصیّت کا خیال! بڑی ہی محبت اور پیار سے آپ کو پالا پوسا اور پروان چڑھایا۔ اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے ہر وقت اپنے پاس رکھتے تھے۔ اور اپنی اولاد سے بھی زیادہ آپ کو چاہتے تھے۔

تربیت

عرب میں لکھنے پڑھنے کا رواج بہت کم تھا۔ حجاز کے پورے صوبے میں بمشکل چھ سات آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ ہمارے رسولؐ کے لئے بھی اس کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا۔ عرب میں شریفوں کے بچے بھی بکریاں چراتے تھے۔ آپ نے بھی بچپن میں بکریاں چرائیں۔ دنیا کو کیا خبر تھی کہ یہ چھوٹا سا چرواہا تھوڑے دنوں بعد انسانوں کے گلّے کا رکھوالا بنے گا۔ پورب، پچھم، اُتر، دکھن چاروں طرف اس گلّے کے لوگ دنیا کو ایک اللہ کی بندگی، تہذیب اور انسانیت کا سبق سکھائیں گے۔

آپ کی عادتیں بچپن ہی سے نہایت پاکیزہ تھیں۔ طبیعت میں بہت صفائی سُتھرائی تھی۔ بُرے کھیلوں، بُری صحبتوں، بازاری میلوں ٹھیلوں میں کبھی شرکت نہیں

فرماتے تھے۔

بتوں کی پوجا چڑھاوے کی رسموں اور جہالت کی دوسری باتوں سے ہمیشہ نفرت رہی۔ جوں جوں عمر بڑھتی گئی اچھی عادتیں اور پاکیزہ خصلتیں اور بھی اُبھرتی گئیں۔ جھوٹ سے سخت نفرت تھی۔ ہمیشہ سچ بولتے تھے، ایمانداری اور دیانت گویا گھٹی میں پڑی تھی وعدہ پورا کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ کسی سے کوئی عہد کر لیتے تو بڑی سختی سے اس کی پابندی کرتے تھے، اپنے پرائے سے بڑی محبت اور اخلاق سے پیش آتے تھے۔ انھی باتوں کی وجہ سے لوگوں میں بہت ہر دلعزیز ہو گئے تھے۔ ہر شخص آپ پر اعتبار کرتا تھا۔ لوگ بغیر کسی اندیشے کے اپنی اپنی امانتیں آپؐ کے پاس رکھ جاتے تھے۔ مکہ میں تو آپؐ کا نام ہی امین پڑ گیا تھا۔ کسی کو مصیبت اور تکلیف میں دیکھ کر دل تڑپ جاتا تھا مصیبت زدہ کی جس طرح بھی بن پڑتا مدد کرتے تھے۔

تین بڑے واقعات

نبوت سے پہلے آپ کی زندگی میں مکے میں تین بہت بڑے بڑے واقعات پیش آئے (۱) حرب فجار (۲) حلف الفضول اور (۳) خانہ کعبہ کی تعمیر۔

(۱) حرب فجار۔ یہ لڑائی قریش اور قیس کے قبیلوں کے درمیان ہوئی، جاہلیت کے زمانے کی یہ سب سے آخری مگر بڑی ہولناک جنگ تھی۔ قریش حق پر تھے اور قبیلے کی عزت کا سوال پیدا ہو گیا تھا۔ اس لئے اس میں آپ نے شرکت ضرور کی مگر چونکہ حرم کے اندر ہو رہی تھی اور ان مہینوں میں ہو رہی تھی جن میں لڑنا حرام

ہے۔ اس لئے کسی پر ہاتھ نہیں اُٹھایا۔ اس لڑائی میں پہلے تو قیس کے قبیلے نے قریش کو دبا لیا۔ مگر بعد میں قریش غالب آ گئے۔ آخر صلح ہو گئی۔ یہ لڑائی چونکہ ان مہینوں میں ہوئی تھی جن میں لڑنا حرام سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے اس کا نام حرب فجار پڑ گیا۔

(۲) حلف الفضول۔ لڑائی ختم ہو گئی تو لوگوں کو احساس ہوا کہ ذرا ذرا سی باتوں پر آپس میں کٹ مرتے ہیں۔ قبیلے کے قبیلے خاندان کے خاندان یونہی تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ ظلم و زیادتی کی کوئی حد نہیں رہتی ' ہر شخص جس میں کچھ بھی زور اور طاقت ہے کمزور کو ستانا اور اس پر طرح طرح کے ظلم کرنا بڑے فخر کی بات سمجھتا ہے۔

اسی زمانے میں ایک سوداگر تجارت کا سامان لے کر مکے میں آیا۔ ایک ظالم سردار نے اس کا سارا مال رکھوا لیا۔ اور ایک پیسہ نہیں دیا۔ اس نے لوگوں کے پاس شکایت کی اور مکے کے ایک پہاڑ پر چڑھ گیا جس وقت لوگ کعبے کے طواف کے لئے آتے اس نے بڑی درد بھری آواز میں فریاد کی۔ لوگ اور بھی متاثر ہوئے۔ آپ کے چچا زبیر بن عبدالمطلب نے اپنے اور مکے کے دوسرے گھرانوں کے شریف لوگوں کو جمع کیا اور آپس میں معاہدہ کیا۔ کہ "

(۱) "ہم ملک سے بے امنی دور کریں گے۔"

(۲) "مسافروں کی حفاظت کریں گے۔"

(۳) "غریبوں کی امداد کریں گے۔"

(۴) " اور ظالموں اور زبردستوں کے مقابلہ میں مظلوموں کی حمایت کریں گے۔

آپ بھی اس معاہدے میں شریک تھے۔ نبوت کے زمانے میں فرمایا کرتے کہ معاہدے کے بدلے سُرخ اونٹ بھی دئے جاتے تو میں قبول نہ کرتا۔ اگر آج بھی

اس قسم کے معاہدے کے لئے بلایا جائے تو حاضر ہوں۔ عہد کرنے والوں میں تین آدمیوں کا نام فضیل تھا۔ اسی لئے یہ معاہدہ حلف الفضول کے نام سے مشہور ہو گیا۔

(۳) کعبے کی تعمیر۔ کعبے کی عمارت بہت نشیب میں تھی۔ کبھی مینھ برس جاتا تو بڑی مشکل ہوتی۔ سارا پانی یہیں آ کر جمع ہو جاتا اور عمارت کو بھی نقصان پہنچ جاتا۔ پانی کا بہاؤ روکنے کے لئے بند بھی بنایا گیا۔ مگر کچھ مفید نہیں ثابت ہوا۔ یہی وجہ تھی کہ یہ عمارت کئی بار ٹوٹ کر بنی۔ سب سے آخر میں قصی بن کلاب نے اُسے تعمیر کرایا۔ مگر کچھ تو عمارت کمزور، پھر پانی کا اثر تھوڑے ہی دنوں میں پھر خراب ہو گئی اور لوگوں نے فیصلہ کیا کہ اِسے گرا کر از سرِ نو بنایا جائے۔

اس نیک کام میں قریش کے تمام گھرانوں کے لوگ شریک تھے۔ ہمارے رسُول (صلی اللہ علیہ وسلم) پتھر اُٹھا اُٹھا کر لاتے تھے یہاں تک کہ آپ کے کندھے چھِل گئے تھے۔ آخر خدا خدا کر کے عمارت پوری ہوئی۔ اب صرف ایک کسر باقی رہ گئی تھی؛ اور وہ حضرت ابراہیم کی یادگار۔ کالے پتھر (حجرِ اسود) کو اس کی جگہ پر رکھنا تھا۔ ہر قبیلے کی خواہش تھی کہ یہ سعادت اسی کے حِصّے میں آئے۔ اس لئے بڑی مشکل آ پڑی کئی دن تک کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ آخر قریش کے ایک بڑے بوڑھے نے یہ تجویز پیش کی کہ صبح کو جو شخص کعبے میں پہلے داخل ہو وہی اس بات کا فیصلہ کرے۔

خدا کی شان! دوسرے دن صبح کو سب سے پہلے ہمارے نبیؐ کعبے میں داخل ہوئے۔ لوگ پکار اُٹھے "امین آ گئے، امین آ گئے۔ اب جو کچھ یہ کہیں گے اسی کو ہم سب مانیں گے"۔ آپ نے پتھر کو ایک چادر میں رکھا اور ہر قبیلے کے سردار سے کہا کہ اس کا ایک ایک کونہ پکڑ کر اُٹھائے۔ اس طرح جب پتھر اپنے موقع پر آ گیا

توآپ نے اُٹھاکراس کی جگہ پر رکھ دیا۔ آپ کی اس تدبیر سے سب بہت خوش ہوئے۔ اور یہ اختلاف آسانی سے دور ہو گیا۔

تجارت

تجارت بہت شریف پیشہ ہے۔ ہمارے ملک میں بہت سے مسلمان اسے اچھی نظر سے نہیں دیکھتے۔ مگر عرب میں تو یہی سب سے باعزت پیشہ سمجھا جاتا تھا۔ اچھے اچھے معزز خاندان تجارت پیشہ ہوتے تھے۔ خاص کر مکّے کے لوگوں کی تو گذر اوقات ہی اس پر تھی۔ خود ہمارے نبی کے گھرانے میں سوداگری کا کاروبار تھا۔

جب آپ کی عمر کاروبار کے قابل ہوئی تو آپ نے بھی اپنے خاندانی پیشے یعنی تجارت ہی کو پسند فرمایا۔ مگر سرمایہ پاس نہ تھا۔ اس لئے صورت یہ ہوتی تھی کہ لوگ اپنا مال تجارت آپ کو دے کر بھیجتے اور نفع میں آپ کا حصّہ بھی رکھتے تھے۔

تجارت کی کامیابی کے لئے جن چیزوں کی ضرورت تھی وہ سب آپ میں موجود تھیں لین دین میں بہت کھرے، ایمانداری کا یہ حال کہ ایک کوڑی اِدھر سے اُدھر نہیں ہوسکتی۔ کام بہت محنت سے کرتے۔ ایک بار جو وعدہ کر لیتے اس سے کبھی نہ ٹلتے۔

ایک تجارتی سفر میں کسی سوداگر سے بات چیت ہو رہی تھی مگر کسی وجہ سے بات ادھوری رہ گئی اور سوداگر تھوڑی دیر میں آنے کا وعدہ کر کے چلا گیا۔ یہ وعدہ اس کو یاد نہ رہا ـــ تیسرے دن اُسے اپنی بات یاد آئی اور فوراً خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ تین دن سے اُسی جگہ اس کا انتظار کر رہے تھے۔ لیکن جب وہ آیا تو آپ بالکل ناراض نہیں ہوئے۔ صرف اتنا کہا کہ تم نے مجھے تکلیف دی۔ میں تین

دن سے اس جگہ تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ انھی باتوں کی وجہ سے بہت ساکھ قائم ہو گئی تھی۔ ہر شخص کو آپ پر اعتماد تھا۔

مکّے کی ایک تاجر بی بی

مکّہ میں ایک بڑی نیک بخت اور شریف بی بی تھیں، اُن کا نام خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تھا۔ اُن کی پاک بازی کی وجہ سے لوگ ان کو طاہرہ بھی کہتے تھے، ان کا تجارتی کاروبار مکّے میں سب سے بڑا تھا۔ ہمیشہ لوگوں کو تجارت کا مال دے کر دوسرے ملکوں کو بھیجتی تھیں۔ ہمارے حضورؐ کی سچّائی، دیانت اور ایمانداری کا حال سُنا تو پیام بھیجا کہ میرا سامان آپ شام لے جایئے اوروں کو جو کچھ دیتی ہوں آپ کو اس کا دُگنا دوں گی۔ آپؐ راضی ہو گئے۔ اور سامان لے کر بُصرٰے (شام) تشریف لے گئے۔ حضرت خدیجہؓ کا غلام میسرہؓ بھی آپ کے ساتھ تھا۔ خدا کی دین کہ اس تجارت میں بہت نفع ہوا۔

شادی

میسرہؓ نے سفر سے لوٹنے کے بعد حضرت خدیجہؓ سے آپؐ کی بہت تعریف کی اور آپؐ کی اچھی عادتوں اور پاکیزہ خصلتوں کا ذکر کیا۔ یہ باتیں حضرت خدیجہؓ کے جی میں کھب گئیں۔ وہ بیوہ تھیں دو شوہر اس سے پہلے مر چکے تھے۔ اچھے اچھے گھرانے کے لوگوں نے شادی کے پیام بھیجے تھے۔ مگر اُنھوں نے سب سے انکار کر دیا تھا۔ پر اب اُنھوں نے خود ہی آپ کے پاس شادی کا پیغام بھیجا۔ آپ بھی اپنے

چچا ابو طالب کی اجازت کے بعد رضامند ہو گئے۔ اور نکاح کی رسم ادا ہو گئی۔ حضرت خدیجہؓ کی عمر اس وقت چالیس برس اور آں حضرت کی ۲۵ سال کی تھی۔

شادی ہونے کے بعد حضرت خدیجہؓ آں حضرتؐ کی خواہش اور مرضی کا بہت خیال رکھتیں اور کوئی بات ایسی نہ کرتیں جو آپ کے مزاج کے خلاف ہو۔ آں حضرتؐ کے دل میں بھی اُن کی عزت اور محبت تھی۔ جب تک یہ زندہ رہیں آپ نے دوسری شادی نہیں کی۔

قحط

ایک دفعہ عرب میں ایسا سخت قحط پڑا کہ لوگ بھوکوں مرنے لگے کے والوں کا بھی بُرا حال تھا۔ فاقوں کے مارے جان لبوں پر آگئی تھی۔ عجب قیامت کا سماں تھا، ہر شخص کو اپنی اپنی پڑی تھی۔ کوئی کسی کی نہیں پوچھتا تھا۔

لوگوں کی یہ مصیبت دیکھ کر آپؐ کو بہت دُکھ ہوا۔ آپؐ نے اس وقت سب کے ساتھ بڑی غم خواری کی۔ اپنے عزیزوں، رشتہ داروں، غریبوں، محتاجوں، یتیموں، بیواؤں غرض ہر ایک کے ساتھ بہت ہمدردی سے پیش آتے تھے۔ اور ان کی ہر ممکن مدد کرتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے بھی اس وقت اپنا مال اس نیک کام میں خرچ کرنے کا آپؐ کو پورا اختیار دے دیا تھا۔ بہت سے غریب دُکھیاروں کی جانیں آپ کی بدولت بچ گئیں۔ ہر ایک مصیبت کا مارا آپ کو سچے دل سے دعائیں دیتا تھا۔

ایک غلام

بی بی خدیجہؓ کے ایک عزیز نے ایک کم عمر غلام خرید کر ان کو دے دیا تھا۔ اُنھوں نے اُسے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ یہ لڑکا مصیبت کا مارا تھا اس کے قبیلے کے دشمنوں نے اُسے پکڑ کر بیچ ڈالا تھا۔

آپ اس لڑکے کے ساتھ بہت محبّت اور شفقت سے پیش آتے تھے۔ یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ یہ آپؐ کا غلام ہے یا بیٹا۔ کچھ عرصے کے بعد اس لڑکے کے باپ کو پتہ چلا تو وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ روپیہ دے کر اپنے بچّے کو چھڑا لے اور گھر لے جائے۔ آپؐ نے اُسے پہلے ہی سے آزاد کر دیا تھا اور اب خوشی سے اس کے باپ کے حوالے کر دیا۔ مگر لڑکے کے دل پر آپ کی محبّت اور اخلاق کا ایسا گہرا اثر ہوا تھا کہ اس نے باپ کے ساتھ جانا پسند نہیں کیا۔ آقا کی محبّت باپ کی محبّت پر غالب آ گئی تھی۔

اس لڑکے کا نام زید بن حارثہ تھا۔ اسلام میں ان کا بڑا مرتبہ ہے۔ آپؐ نے انھیں اپنا متبنّٰے یعنی پالک بیٹا بنا لیا۔ جب بڑے ہوئے تو آپؐ نے اپنی پھوپی زاد بہن سے ان کی شادی کر دی اور ایک موقع پر ایک بڑے لشکر کا سردار بنا کر بھیجا۔ جس میں بڑے بڑے صحابہ شریک تھے۔

نبوّت

شادی کے بعد آپؐ کی مصروفیتیں بہت بڑھ گئی تھیں۔ گھر بار کا انتظام، اولاد کی پرورش، تجارت کے لئے مختلف شہروں کا سفر، مکّے کے محتاجوں اور غریبوں کی خبر گیری۔ مگر باوجود ان گوناگوں مشغولیتوں کے آپ کا دل اور دماغ کسی اور ہی طرف لگا ہوا تھا۔ آپ کے خیالات اس پاک اور بلند مقصد کی تلاش میں تھے جس کے لئے خدا نے آپ کو پیدا کیا تھا۔

جیسے جیسے آپ کی عمر بڑھتی جاتی تھی غور و فکر کی عادت بھی ترقی کرتی جاتی تھی۔ آپ آبادی سے دو تین میل دور پہاڑ پر چلے جاتے تھے اور ایک کھوہ میں جو غارِ حرا کے نام سے مشہور ہے۔ کئی کئی دن تک عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ کھانے پینے کا سامان ختم ہو جاتا تو شہر واپس آتے۔ حضرت خدیجہؓ ستّو وغیرہ سب چیزیں پہلے ہی سے تیار رکھتیں، آپ لے کر پھر وہیں تشریف لے جاتے اور عبادت و مراقبے میں مشغول ہو جاتے۔

ایک روز آپ اپنے معمول کے مطابق عبادت میں مصروف تھے کہ ناگاہ غیب سے ایک فرشتہ ظاہر ہوا۔ اس نے آپ سے کہا "پڑھئے" آپؐ نے جواب دیا "میں پڑھا ہوا نہیں ہوں"۔ یہ سن کر اس نے آپ کو سینے سے لگا کر اس زور سے بھینچا کہ آپ پسینہ پسینہ ہو گئے۔ پھر اس نے آپ کو سینہ سے علیحدہ کر کے دوبارہ وہی سوال کیا۔ آپ کی طرف سے پھر وہی جواب تھا۔ اس نے پھر آپ کو سینے سے لگا کر اس زور سے دبایا کہ آپ پریشان ہو گئے۔ غرض تین بار یہی صورت پیش

آئی۔ آخر اُس نے آپ کو یہ یہ آیتیں پڑھائیں۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ	پڑھو اس خدا کا نام جس نے پیدا کیا جس نے پیدا
خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ	کیا آدمی کو گوشت کے لوتھڑے سے۔ پڑھو تمہارا
وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ	خدا کریم ہے جس نے انسان کو قلم کے ذریعہ علم سکھایا
بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ	انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو وہ نہیں جانتا تھا۔

ان کے بعد اسی فرشتے نے یہ خوش خبری دی کہ اللہ نے آپ کو اپنا رسول منتخب کیا ہے۔

اس واقعہ سے آپ پر خوف طاری ہو گیا تھا۔ گھر آئے تو چہرے سے پریشانی اور خوف ٹپک رہا تھا۔ لیٹ گئے اور بی بی خدیجہؓ سے کہا کپڑا اُڑھا دو۔ جب کچھ سکون ہوا تو حضرت خدیجہؓ سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ اُنھوں نے فرمایا "یا حضرت! آپ تو نیکی کرتے ہیں۔ بیکسوں اور مسکینوں کو کھانا کھلاتے ہیں، غریبوں اور محتاجوں کو صدقہ دیتے ہیں یتیموں اور بیواؤں کی پرورش کرتے ہیں، عزیزوں کے ساتھ احسان کرتے ہیں۔ کسی کا دل نہیں دکھاتے۔ ایسے نیک بندے کے ساتھ اللہ بھلائی ہی کرے گا۔"

نبوّت کے بعد

نبوّت کے بعد آپ کا پہلا کام یہ تھا کہ اپنی قوم کے لوگوں کو وعظ و نصیحت کریں۔ اور انہیں اپنے سچے اور پاک مذہب کی دعوت دیں۔ مگر یہ کوئی آسان کام نہ تھا۔ اس لئے کہ جب کسی قوم میں برائیاں پھیل جاتی ہیں بُری عادتیں جڑ پکڑ جاتی ہیں۔ گناہوں کی وجہ سے دل سیاہ پڑ جاتے ہیں، اچھے کام نیک باتیں جی کو نہیں لگتیں، طبیعت نیکیوں سے دور رہنا چاہتی ہے۔ نصیحت کانوں کو بُری معلوم ہوتی ہے۔ اور اگر کوئی اللہ کا

نیک بندہ انھیں سیدھے راستے پر لگانا چاہے۔ نیکی اور سچائی کی طرف بلائے تو اس کی ایک ایک بات انھیں زہر معلوم ہوتی ہے اس کی جان کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ عرب کے لوگوں کی بھی بالکل یہی حالت تھی۔ آپ کو ان مشکلوں کا پورا اندازہ تھا۔ ساری دقتیں آپؐ کے سامنے تھیں۔ خدا نے بھی آپ کو یہی حکم دیا کہ یکبارگی کھلم کھلا یہ کام شروع نہ کیا جائے بلکہ آہستہ آہستہ لوگوں کو اس طرف بلایا جائے۔ اور اس وقت صرف ان لوگوں کے سامنے یہ باتیں بیان کی جائیں جو سنتے ہی انھیں قبول کرلیں اور ایمان لے آئیں۔ ایسے لوگ وہی ہو سکتے تھے جن کا آپ سے قریبی تعلق تھا۔ جو زندگی کے کاموں میں ہر وقت ساتھ رہتے تھے جو آپ کی پاک و صاف زندگی کی بات بات کا تجربہ رکھتے تھے جنھیں آپ کی سچائی، امانت اور دیانت کا پہلے ہی سے یقین تھا۔ ایسے لوگوں میں سب سے پہلا نمبر حضرت خدیجہؓ کا تھا جو آپ کی بیوی تھیں۔ پھر آپ کے چچازاد بھائی حضرت علیؓ کا تھا۔ آپؐ کے خاص غلام حضرت زیدؓ بن حارثہؓ کا تھا۔ آپ کے سچے اور پکے رفیق حضرت ابوبکرؓ کا تھا۔

چنانچہ سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ کو آپ نے یہ پیام سنایا۔ وہ سنتے ہی ایمان لے آئیں، اسی طرح حضرت علیؓ، حضرت زیدؓ، حضرت ابوبکرؓ بھی آپ کے فرماتے ہی اسلام کے حلقے میں داخل ہو گئے۔

حضرت ابوبکرؓ بہت دولت مند تھے اور اپنی سمجھ بوجھ، نیکی اور شرافت کی وجہ سے لوگوں پر بہت اثر رکھتے تھے۔ بڑے بڑے باعزت لوگ ان سے مشورہ لینے آتے تھے۔ مسلمان ہونے کے بعد انھوں نے اپنے خاص خاص دوستوں کو بھی یہ سچا راستہ اختیار کرنے پر آمادہ کیا۔ جن میں سے بعض بہت نامور مسلمان ہوئے۔

کچھ دنوں تک یہ سارا کام بہت ہی چھپے چھپے انجام پاتا رہا کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہونے پاتی تھی۔ نماز بھی آپ چھپ کر پڑھتے تھے ایک بار اسی طرح آپ چھپ کر نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ کے چچا ابوطالب کہیں سے آنکلے آپ کو اس طرح کی عبادت کرتے دیکھا تو تعجب سے پوچھا "کہ میاں صاحبزادے! یہ کس مذہب کی عبادت ہے۔ اور تم نے کونسا دین اختیار کر لیا ہے؟" آپ نے فرمایا:- یہ اللہ کا دین ہے۔ ہمارے دادا حضرت ابراہیم اسی مذہب کے پیرو تھے۔ چچا جان! کیا اچھا ہو کہ آپ بھی اس سچے مذہب کو قبول کریں اور اُسے پھیلانے میں میری امداد کریں۔" ابوطالب نے جواب دیا "میں اپنے باپ دادا کا مذہب نہیں چھوڑ سکتا، مگر تمھیں اجازت ہے میں تمھارے کام میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالوں گا۔"

اسلام کی تبلیغ

پورے تین برس تک چپکے چپکے یہ دین پھیلتا رہا اور ایک اچھی خاصی جماعت اس نئے دین کے ماننے والوں کی پیدا ہو گئی، مگر اب وقت آگیا تھا کہ کھلم کھلا لوگوں کو اس کی اچھائیاں سمجھائی جائیں، بتوں کی پوجا اور دوسری بُرائیوں سے رُوکا جائے چنانچہ اللہ تعالےٰ کا حکم آیا کہ اب اپنے دین کا اعلان کرو۔

اس حکم کے آتے ہی آپؐ نے اعلانیہ اپنے مذہب کو پھیلانے کی تیاری شروع کر دی لیکن اس وقت بھی آپ نے یہی مناسب سمجھا کہ اپنے قریبی عزیزوں بھائی بندوں، خاندان اور قبیلے والوں سے اس نیک کام کو شروع کریں اس غرض کے لئے آپ نے ایک دن بنی ہاشم کو بُلایا۔ مگر ابولہب کی بدتمیزیوں کی وجہ سے

آپ اپنا مقصد ظاہر نہ فرما سکے۔ ابولہب آپ کا حقیقی چچا تھا۔ مگر اس نئے دین سے اُسے سخت نفرت تھی۔ آپ کی باتوں کا مذاق اُڑاتا اور لوگوں کو اُکساتا کہ آپ کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں۔

دوسرے دن رات کو جب لوگ کھا پی کر فارغ ہو گئے تو آپ نے پھر اُسی مذہب کی دعوت دی۔ اور فرمایا "لوگو! میں تمھارے لئے خدا کی طرف سے دنیا کی اور آخرت کی بھلائی لے کر آیا ہوں۔ شاید اس سے پہلے عرب میں کوئی بھی اس سے اچھی چیز نہیں لایا ہے۔ خدا کا حکم ہے کہ میں تمھیں اس کی طرف بلاؤں، بتاؤ تم میں سے کون میرا ساتھ دے گا۔"

اس آواز پر ہر طرف سناٹا چھا گیا۔ لیکن حضرت علیؓ نے اس خاموشی کو توڑا اور کھڑے ہو کر جواب دیا۔

"اے اللہ کے رسُول! میں اگرچہ سب سے چھوٹا ہوں، گو میری ٹانگیں پتلی ہیں اور میری آنکھیں دُکھ رہی ہیں۔ پھر بھی میں آپ کا ساتھ دوں گا۔"

یہ سُن کر سب لوگ ہنس پڑے مگر دنیا کو کیا معلوم تھا کہ اس چھوٹے سے مقرر کی یہ بات واقعہ بن کر رہے گی۔

کوہِ صفا کا وعظ

مکے میں دستور تھا کہ شہر کے لوگوں کو مصیبت کے وقت یا کسی اور اہم موقع پر بُلانا ہوتا تو کوہِ صفا پر کھڑے ہو کر پکارتے اور ساری قوم جمع ہو جاتی آپ نے بھی لوگوں کو اپنے مذہب کی طرف بُلانے کے لئے ایک دن یہی طریقہ اختیار کیا۔

جب سب مکے والے جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا:۔

"لوگو تم مجھے جھوٹا سمجھتے ہو یا سچا" سب نے ایک زبان ہو کر کہا "آپ نے آج تک کوئی بات جھوٹ نہیں کہی اور نہ کوئی بیہودہ لفظ زبان سے نکالا"

آپ نے فرمایا "اگر میں تم سے یہ کہوں کہ پہاڑ کے پیچھے ایک بڑی زبردست فوج ہے جو موقع پاکر تمہیں لوٹ لینے کے لئے تیار ہے۔ تو کیا تم یقین کر لو گے؟" جواب ملا: "ہاں کیوں نہیں۔ کیونکہ آپ تو بچپن سے صادق اور امین ہیں" اس پر آپ نے فرمایا:۔ "تو سُن لو کہ اگر تم خدا اور اُس کے رسُول پر ایمان نہ لائے تو آخرت میں تم پر بڑا عذاب ہو گا"

یہ سنتے ہی مجمع میں ایک ہل چل مچ گئی۔ ابولہب خاص طور پر بے ہودہ بکنے لگا۔ تھوڑی دیر میں میدان صاف ہو گیا۔ اور ہر ایک نے اپنی اپنی راہ لی۔

عام تبلیغ

آپ قریش کے اس بُرے برتاؤ، ان کی جہالت اور اکھڑپن سے ذرا بھی بد دل نہ ہوئے بلکہ اپنی کوششوں کو اور زیادہ کر دیا۔ اب آپ مجلسوں اور میلوں میں، بازاروں اور گلی کوچوں میں غرض ہر جگہ جاتے اور لوگوں کو اپنے مذہب کی دعوت دیتے، اللہ کو ایک ماننے کی ہدایت کرتے، درختوں، پتھروں اور بتوں کی پوجا سے نفرت دلاتے! زناکاری لڑکیوں کے قتل اور جوا کھیلنے سے منع کرتے، لوگوں کو اچھی باتوں کی ترغیب دیتے۔ فرماتے کہ "اپنے جسم کو ناپاکی سے، کپڑوں کو میل کچیل سے، زبان کو گندی باتوں سے اور دل کو جھوٹے اعتقادوں سے پاک رکھو۔

وعدہ اور اقرار کی سخت پابندی کرو۔ لین دین میں کسی کو دھوکا اور فریب نہ دو۔ اللہ کی ذات کو ہر ایک عیب سے پاک سمجھو، چاند، سورج، زمین آسمان، غرض دنیا کے ایک ایک ذرّے کا پیدا کرنے والا اُسی کو جانو، جاندار اور بے جان چیزیں سب اس کی محتاج ہیں۔ بغیر اس کے حکم کے ایک پتّا بھی نہیں ہل سکتا۔ فرشتے اور پیغمبر بھی بغیر اس کی مرضی کے کچھ نہیں کر سکتے۔"

قریش کی مخالفت

آپ کی اس کوشش اور سرگرمی سے قریش کو بڑا فکر ہوا۔ اس مذہب کے پھیلنے سے اُنھیں اپنے عیش و آرام، قمار بازی، شراب خواری۔ باپ دادا کے مذہب اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنی سرداری کا خاتمہ نظر آتا تھا۔ اس لئے اُنھوں نے شروع ہی سے مخالفت پر کمر باندھ لی سرکار دوعالم ان کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکنے لگے۔

قریش کے چند معزز لوگ مل کر آپ کے چچا ابوطالب کے پاس گئے اور نہایت سخت الفاظ میں آپ کی شکایت کی۔ مگر ابوطالب نے نرمی سے سمجھا بجھا کر اُنھیں واپس کر دیا۔

اِن باتوں سے آپ کی کوششوں میں ذرا بھی فرق نہ آیا۔ قریش نے جب دیکھا کہ آپ کی سرگرمیاں اسی طرح جاری ہیں۔ تو ایک مرتبہ پھر ان کے سردار غصّے میں بھرے ہوئے ابوطالب کے پاس آئے اور صاف صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ یا تو اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دو یا تم بھی ہم سے الگ ہو جاؤ۔ ابوطالب کے لئے یہ بڑی نازک گھڑی تھی وہ قریش سے بھی الگ نہیں ہو سکتے تھے، اور

بھتیجے کی جان بھی پیاری تھی۔ اُنھوں نے آپ سے کہا "محمدؐ! مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو کہ میں اُٹھا نہ سکوں۔"

آپؐ نے فرمایا "چچا جان! اگر کوئی شخص میرے ایک ہاتھ میں چاند اور دوسرے میں سورج رکھ دے تب بھی میں اپنے کام سے منہ نہیں موڑوں گا اور اس میں یا تو خدا مجھے کامیاب کرے گا یا میں اس کے پیچھے اپنی جان ہی قربان کر دوں گا۔"

ابوطالب پر آپ کے ان الفاظ اور اٹل ارادے کا بہت اثر ہوا' اور کہا "جانِ عم! جاؤ اور اپنا کام پورا کرو میں تمھارے ساتھ ہوں، کوئی تمھارا بال بیکا نہیں کر سکتا۔"

تکلیفیں اور مصیبتیں

قریش نے جب دیکھا کہ ان کی یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی تو اُنھیں اور بھی غصہ آیا۔ اب وہ آپ کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچانے لگے، راستہ چلتے گالیاں دیتے۔ آپ جدھر نکل جاتے ڈھیلوں اور اینٹوں اور پتھروں کی بوچھاڑ کرتے جسم پر دھول ڈال دیتے۔ ابولہب کی بیوی کانٹے چُن لاتی اور راستے میں بچھا دیتی، بعض لوگ آپ کے دروازے پر غلاظت پھینک دیتے لیکن آپ صرف یہ کہہ کر خاموش ہو جاتے کہ "عبدمناف کی اولاد! کیا یہی پڑوس کا حق ہے۔ جو تم ادا کرتے ہو۔"

ایک مرتبہ آپؐ کعبے میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک کافر نے چادر گلے میں ڈال کر اس زور سے کھینچی کہ آپؐ کا دم گھُٹنے لگا۔ اتفاق سے حضرت

ابوبکرؓ موقع پر پہنچ گئے۔ انھوں نے دھکا دے کر اس شخص کو ہٹایا اور کہا "کیا ایک شخص کو صرف اس جرم میں قتل کیا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے۔"

ایک دوسرے موقع پر آپ حرم میں نماز پڑھ رہے تھے، کافروں کی ایک جماعت بھی پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ جن میں ان کا سردار ابوجہل بھی تھا۔ اس بدبخت کے اشارے پر ایک شخص اونٹ کی اوجھڑی لایا۔ اور جس وقت سجدے میں تشریف لے گئے، آپ کی پیٹھ پر ڈال دی اور سب نے قہقہہ مار کر ہنسنا شروع کیا۔ اتنے میں حضرت فاطمہ زہراؓ ادھر آنکلیں، انھوں نے جو یہ حال دیکھا تو نجاست کو آپ کی پیٹھ پر سے الگ کیا اور ان بدبختوں کو لعنت ملامت کی۔

ابولہب ہمیشہ آپ کے پیچھے لگا رہتا تھا جس وقت آپ بت پرستی کی برائی بیان کرتے اور ایک اللہ کی بندگی کی طرف لوگوں کو بلاتے تو ابولہب فوراً پکار اٹھتا کہ "لوگو! دیکھو اپنے باپ دادا کے دین سے نہ پھر جانا۔"

حج کے زمانے میں لوگ دور دور سے مکے آتے تھے۔ آپ بھی اسلام کی دعوت دینے کے لئے اُن کے پاس جاتے تھے۔ مگر قریش کے لوگ پہلے ہی جا کر کہہ دیتے، کہ "ہمارے ہاں ایک جادوگر پیدا ہوا ہے۔ کہیں اس کی باتوں میں نہ آجانا۔" لوگ یہ سن کر پہلے ہی سے چوکنے ہو جاتے۔

دنیا کا لالچ

قریش کو یہ دیکھ کر بہت حیرت ہوتی کہ جیسے جیسے آپ پر سختی کی جاتی ہے۔

تکلیفیں پہنچائی جاتی ہیں۔ اسی قدر آپ کے ارادوں میں مضبوطی اور استقلال پیدا ہوتا جاتا ہے ان کا خیال تھا کہ یہ سب ڈھکوسلے محض اس لئے ہیں کہ دنیا میں عزت شہرت اور ناموری حاصل ہو۔ اسی خیال سے اُنھوں نے اپنے ایک سردار عتبہ بن ربیعہ کو آپ کے پاس بھیجا۔ عتبہ نے آپ سے عرض کیا " اے محمدؐ! آخر ہمیں بھی تو معلوم ہو کہ اس شور و شر سے تمھارا کیا مقصد ہے؟ کسی بڑے گھرانے میں شادی کرنا چاہتے ہو۔ مکے کا رئیس بننے کی آرزو ہے؟ دولت کی تمنا ہے؟ تم جو کچھ کہو اس کے لئے راضی ہیں۔ اگر تم مکے کے بادشاہ بننا چاہو تو یہ بھی ممکن ہے یا اگر تمھیں کوئی بیماری ہے تو ہم اس کا علاج کرواتے ہیں۔

عتبہ کا خیال تھا کہ آپ ان میں سے کسی ایک بات پر ضرور راضی ہو جائیں گے۔ مگر آپ نے اس بکواس کے جواب میں یہ آیتیں پڑھیں۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۔

(حٰمٓ السجدۃ پارہ ۲۴)

اے محمدؐ کہہ دو میں تم ہی جیسا ایک آدمی ہوں اور مجھ پر وحی اتری ہے کہ تمھارا بس ایک خدا ہے۔ پس تم سیدھے اس کی طرف آجاؤ اور اس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو۔

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

(حٰمٓ السجدۃ پارہ ۲۴)

اے نبی کہہ دو کہ کیا تم اس خدا کا انکار کرتے ہو جس نے دو دن میں یہ زمین پیدا کی اور تم دوسروں کو اس کا شریک بناتے ہو، وہی سارے جہان کا پروردگار ہے۔

یہ آیتیں سن کر عتبہ بہت متاثر ہوا۔ اس نے واپس جا کر قریش سے کہا۔

"محمدؐ کا کلام شاعری ہرگز نہیں وہ تو کچھ اور ہی چیز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ انھیں ان کی حالت پر چھوڑ دیا جائے اگر وہ کامیاب ہو گئے تو گویا ان کی عزت ہماری عزت ہے [illegible] کے لوگ خود انھیں ہلاک کر دیں گے۔"

لیکن لوگوں نے عتبہ کی یہ رائے پسند نہیں [illegible]

حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کا اسلام

اسی زمانے میں حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ جیسے با اثر بزرگ اسلام کے حلقے میں داخل ہوئے۔ جن سے مسلمانوں کو بہت سہارا مل گیا۔

حضرت حمزہؓ آپ کے چچا تھے عمر میں کچھ ہی بڑے ہوں گے۔ آپ کے رضاعی (دودھ شریک) بھائی بھی تھے ابھی تک مسلمان نہیں ہوتے تھے۔ مگر ساتھ کھیلے ہوئے تھے۔ اس لئے آپ سے بہت محبت کرتے تھے' یہ بڑے شجاع اور بہادر تھے رات دن سیر و شکار سے کام تھا۔ ایک دن ابوجہل سامنے آکر آں حضرت کے ساتھ گستاخی سے پیش آیا۔ حضرت حمزہؓ کی لونڈی کھڑی دیکھ رہی تھی۔ شام کو یہ شکار سے واپس آئے تو اس نے تمام ماجرا سنایا۔ انھیں بہت غصہ آیا۔ اسی طرح غصے میں بھرے ہوئے ابوجہل کے پاس گئے بڑے زور سے اس کے سر پر کمان رسید کی اور کہا "لے! میں مسلمان ہو گیا کرلے جو کچھ کرسکتا ہے۔" ابوجہل اس مصلحت سے خاموش ہو رہا کہ سچ مچ یہ غصے میں آکر مسلمان نہ ہو جائیں۔ حضرت حمزہؓ وہاں سے سیدھے آں حضرتؐ کے پاس آئے اور کہا! بھتیجے خوش ہو جاؤ میں نے ابوجہل سے تمہارا بدلا لے لیا۔" آپ نے فرمایا "مجھے تو خوشی اس وقت ہو گی جب آپ مسلمان ہو جائیں۔" حضرت حمزہؓ پہلے ہی سے

اسلام کے متعلق غور کر رہے تھے۔ صرف یہ خیال مسلمان ہونے سے روک رہا تھا کہ باپ دادا کا پرانا مذہب کس طرح چھوڑ دیا جائے مگر آں حضرتؐ کی زبان سے یہ لفظ سُن کر فوراً اسلام کا اعلان کر دیا۔

حضرت عمرؓ مکّے میں بہت عزّت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ بہت بہادر اور دلیر تھے۔ مگر اسلام کی مخالفت میں یہ بھی بہت سخت تھے۔ ان کی ایک لونڈی مسلمان ہو گئی تھی، اسے یہ بُری طرح مارتے تھے، مارتے مارتے تھک جاتے تو کہتے "اچھا ذرا دم لے لوں تو پھر تیری خبر لوں گا۔" مگر انھیں یہ خبر نہ تھی کہ خود ان کے گھر میں اسلام کی کرنیں پہنچ چکی ہیں یعنی ان کی بہن فاطمہؓ اور بہنوئی سعید مسلمان ہو چکے ہیں۔ ایک دن لوگوں کے بھڑکانے سے وہ اس قدر مشتعل ہوئے کہ (نعوذ باللہ) آپ کے قتل کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ تلوار کمر سے لگا اس مکان کی طرف چل کھڑے ہوئے جہاں آپ ٹھہرے ہوئے تھے راستے میں ایک صاحب نعیمؓ بن عبداللہ ملے اور ان کے تیور دیکھ کر تاڑ گئے۔ پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ جواب دیا "محمدؐ کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔" اُنھوں نے کہا "پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو۔ خود تمھاری بہن اور بہنوئی مسلمان ہو چکے ہیں۔" یہ سُن کر وہ اور بھی جھلّائے فوراً پلٹ پڑے اور پیچ و تاب کھاتے ہوئے بہن کے گھر پہنچے۔ وہ اس وقت قرآن پڑھ رہی تھیں۔ اُن کی آواز سنتے ہی سب سہم گئے۔ قرآن کے کچھ ورق تھے۔ انھیں چھپا دیا۔ پھر اُنھیں اندر آنے کی اجازت دی۔ اُنھوں نے آتے ہی مار دھاڑ شروع کر دی۔ پہلے تو بہنوئی کی خوب خبر لی۔ بہن بیچ میں پڑیں تو اُن کو لہولہان کر دیا۔ مگر وہ بھی آخر اُنہی کی بہن تھیں پھر اسلام کا نشہ ایسا نہ تھا جو چڑھ کر اُتر جائے، کہنے لگیں عمرؓ! تمھارے جو جی میں آئے

کرو۔ پر ہم اسلام تو چھوڑنے سے رہے"۔ بہن کا یہ استقلال دیکھ کر انھیں حیرت ہوئی۔ پھر کچھ محبت کا جوش۔ بہن کو لہولہان دیکھ کر کچھ دل پسیجا کہنے لگے "اچھا تم لوگ پڑھ کیا رہے تھے، مجھے بھی سناؤ۔ وہ بے چاری ڈرتے ڈرتے وہ ورق اُٹھا لائیں اور اُن کے سامنے رکھ دیا۔ حضرت عمرؓ نے اُٹھا کر دیکھا تو یہ آیت تھی۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ○ — زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ سب خدا ہی کی تسبیح کرتے ہیں اور خدا ہی زبردست اور حکمت والا ہے۔

جوں جوں پڑھتے تھے دل پر ایک عجیب خوف کی کیفیت طاری ہوتی جاتی تھی۔ اور جب اس آیت پر پہنچے۔

وَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ — اور خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔

تو فوراً پکار اُٹھے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ — میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

اب اُنھوں نے ایک منٹ بھی ضائع نہیں کیا اور سیدھے زید بن ارقم کے گھر پہنچے جہاں آں حضرتؐ تشریف رکھتے تھے، دروازے پر دستک دی۔ آواز آئی کون۔ جواب ملا "عمر"۔ لوگ ڈرے۔ مگر حضرت حمزہؓ نے کہا "آنے دو۔ اگر صلح اور محبت کے ساتھ آیا ہے تو خیر ورنہ اسی کی تلوار ہوگی اور اسی کی گردن"۔ اندر آئے تو آپؐ نے پوچھا "عمر کس ارادے سے آئے ہو"۔ آں حضرتؐ کے رعب سے وہ کچھ سہم گئے اور نہایت عاجزی سے عرض کیا "مسلمان ہونے"۔ یہ سنتے ہی مسلمانوں میں ایک خوشی کی لہر دوڑ گئی خود آں حضرتؐ اور سب لوگوں نے اِس زور سے

اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا کہ سارا شہر گونج اُٹھا۔

حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے مسلمانوں کو بڑی قوت حاصل ہو گئی۔ پہلے لوگ زید بن ارقم کے گھر میں چھپ کر نمازیں پڑھا کرتے، مگر حضرت عمرؓ نے زور دیا کہ کعبے میں چل کر کھلے بندوں نماز پڑھی جائے قریش نے سخت مخالفت کی مگر حضرت عمرؓ نے بھی نہایت شدت کے ساتھ ان مخالفتوں کا مقابلہ کیا اور آخر کامیاب ہو گئے۔

مسلمانوں پر ظلم

آں حضرت صلعم تو ابوطالب اور اپنے خاندان کی حمایت میں تھے۔ اسی طرح قریش دوسرے شریف اور باعزت مسلمانوں کے ساتھ بھی بدسلوکی کرتے ڈرتے تھے۔ کہ کہیں اُن کے قبیلے کے لوگوں میں حمایت کا جوش نہ پیدا ہو جائے اور لڑائی جھگڑے کی صورت نکل آئے۔ اس لئے اب اُن کے غصے اور انتقام کا نزلہ ان غریب اور کمزور مسلمانوں پر گرا جو یا تو غلام تھے یا کسی کمزور قبیلے کے تھے۔ ان بے چاروں کو اُنھوں نے جی بھر کر ستایا۔ بڑی بڑی تکلیفیں دیں۔ ایسے ایسے ظلم توڑے کہ سُن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر اُن غریبوں کے رگ و ریشہ میں اسلام اور ایمان اس طرح پیوست ہو گیا تھا کہ اُنھوں نے خوشی خوشی تمام تکلیفیں سہیں، ظلم برداشت کئے مگر اپنی جگہ سے نہ ہلے "احد" "احد" کا جو کلمہ ان کی زبان پر جاری تھا آخر تک جاری رہا۔

حضرت بلال بے چارے حبشی تھے اور اُمیّہ بن خلف کے غلام تھے، جو اسلام کا سخت ترین دشمن تھا۔ جب اسلام لائے تو اُن پر مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ مکے میں گرمی کی شدت سے ریت تپنے لگتی ہے۔ امیہ بن خلف اُن کو ٹھیک دوپہر کے وقت

ننگا کر کے اس تپتی ہوئی ریت پر لٹا دیتا تھا۔ یہی نہیں بلکہ سینے پر پتھر کی سل رکھ دیتا تھا۔
کہ ہلنے نہ پائیں مگر ان کی زبان پر اس حالت میں بھی خدا ہی کے نام کی رٹ تھی،
امیہ نے جب یہ دیکھا کہ اس طرح بھی باز نہیں آتے تو گلے میں رسّی ڈال کر شریر
لڑکوں کے حوالے کر دیتا۔ وہ انھیں سارے شہر میں گھسیٹتے پھرتے تھے۔ مگر خدا کا
یہ پیارا بندہ اس وقت بھی "احد" "احد" پکارتا رہتا۔

خبّاب بن الارت کو ظالموں نے غلام بنا کر بیچ ڈالا تھا مسلمان ہوئے تو
قریش نے انھیں سخت تکلیفیں دیں۔ دہکتے ہوئے انگاروں پر چت لٹا دیا۔ اور
اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک کوئلے بالکل ٹھنڈے نہ پڑ گئے۔ نتیجہ یہ
ہوا کہ کھال بالکل اتر گئی اور پیٹھ پر سفید سفید داغ پڑ گئے مگر انھوں نے
سچے دین سے منہ نہ موڑا۔

حضرت عمار بن یاسر بھی بہت بہادر انسان تھے مسلمان ہونے کے بعد قریش
انھیں گرم ریت پر لٹاتے اور مارتے مارتے بیہوش کر دیتے۔ ان کی والدہ حضرت
سمیّہ کو مسلمان ہونے کی یہ سزا ملی کہ ابوجہل نے برچھی مار کر شہید کر دیا۔ اسی طرح ان
کے والد حضرت یاسرؓ کو اسلام لانے کے جرم میں اتنی تکلیفیں پہنچائی گئیں کہ انہی
تکلیفوں کے صدمے سے انتقال کر گئے۔ مگر حضرت عمارؓ ان تکلیفوں اور مصیبتوں کے باوجود
ایک چٹان کی طرح اپنے عقیدے پر جمے رہے۔

ابوفکیہہ صفوان بن اُمیہ کے غلام تھے۔ اس بدبخت کو آپ کے اسلام لانے
کی خبر ہوئی تو اُن کے پیر میں رسّی باندھ کر لوگوں سے کہا کہ انھیں گھسیٹتے ہوتے لے جائیں
اور جلتی ہوئی ریت پر لٹائیں۔ ایک دفعہ اس زور سے گلا گھونٹا کہ معلوم ہوا دم نکل

گیا۔ایک مرتبہ سینے پر پتھر کی چٹان رکھ دی۔ یہ اتنی بھاری تھی کہ زبان باہر نکل پڑی۔

زنیرہ ایک لونڈی تھیں ان کو ابوجہل نے اس قدر مارا اور اتنی تکلیفیں دیں کہ بے چاری روتے روتے اندھی ہوگئیں۔ اسی طرح ام عبیس اور نہدیہ (دونوں لونڈیاں تھیں) کو بھی اسلام لانے کی وجہ سے بہت سخت تکلیفیں پہنچائی گئیں۔

حضرت ابوبکرؓ کو ان مظلوموں پر بہت ترس آیا۔ وہ جب کسی غلام یا لونڈی پر ظلم ہوتے دیکھتے تو ان سے برداشت نہ ہوتا اور بڑی بڑی قیمتوں پر خرید کر انھیں آزاد کردیتے انھوں نے ان میں سے اکثر کو اسی طرح ان ظالموں کے پنجے سے نجات دلائی۔

یہ تو لونڈی اور غلام تھے۔ اِن غریبوں کا تو کوئی حمایت کرنے والا نہ تھا ایسے ایسے لوگ بھی اس ظلم وستم کا نشانہ بنے جن کا شمار شریف اور معزز لوگوں میں تھا۔ چنانچہ حضرت عثمان کو خود اُن کے چچا نے رسّی سے باندھ کر مارا۔ حضرت ابوذر نے کعبہ میں اپنے اسلام کا اعلان کیا تو کافروں نے اتنا مارا کہ وہ بے دم ہوگئے۔ حضرت زبیرؓ کے چچا انھیں چٹائی میں لپیٹ کر ناک میں دھوئیں کی دھونی دیتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کعبے میں ایک بار قرآن پڑھ رہے تھے۔ کافران پر ٹوٹ پڑے اور منہ پر اتنے طمانچے مارے کہ چہرہ زخمی اور لہو لہان ہوگیا حضرت ابوبکر کو اتنا ستایا کہ وہ مکّہ چھوڑ کر چلے گئے۔ اور پھر ایک دوسرے سردار کے بچانے پر واپس آئے۔

حبشہ کی ہجرت

کافروں کا ظلم برابر بڑھتا ہی جاتا تھا۔ اتنی تکلیفیں پہنچانے کے بعد بھی اُن کا

کلیجہ ٹھنڈا نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ جوں جوں مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا تھا ان کے غصّے کا پارہ اور بھی بڑھتا جا رہا تھا اور مسلمانوں کو سخت سے سخت تکلیفیں پہنچانے کی نئی نئی تدبیریں نکالتے تھے۔ آپ اللہ کے ان بے کس بندوں پر یہ ظلم و ستم دیکھتے تو دل کو بہت رنج ہوتا مگر کرتے بھی کیا مجبوری تھی۔ پر جب پانی سر سے گزر گیا تو آپؐ نے نبوت کے پانچویں سال مسلمانوں کو مجبوراً حبش کے ملک میں چلے جانے (ہجرت کرنے) کی اجازت دے دی۔ اپنے پیارے وطن کو چھوڑنا کسے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ مگر کافروں نے بے چاروں پر دنیا تنگ کر دی تھی۔ آخر چھاتی پر صبر کی سِل رکھ کر مکّے سے جُدا ہوئے اور حبش کا راستہ لیا۔

مکّے میں اس قافلے کے روانہ ہونے کی خبر ملی تو کافروں کو بہت غصّہ آیا۔ بہت جھلّائے کہ انھیں پناہ کی جگہ مل گئی۔ سمندر کے کنارے تک پیچھا کیا مگر خوش قسمتی سے مسلمان جہاز پر بیٹھ چکے تھے۔ اور جہاز روانہ ہو چکا تھا۔

نجاشی اور مسلمان

کافروں کو اب اور بھی بے چینی ہوئی کہ معاملہ ہاتھ سے نکلا جاتا ہے۔ فوراً عمرو بن عاص کی سرداری میں حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس ایک وفد بھیجا اور نجاشی سے درخواست کی کہ ہمارے یہاں کے کچھ ناسمجھ لوگوں نے نیا دین ایجاد کیا ہے۔ ہم نے انھیں نکال دیا تو وہ بھاگ کر اس ملک میں چلے آئے ہیں۔ انھیں واپس کر دیا جائے۔

نجاشی عیسائی تھا اور بڑا نیک دل، شریف اور انصاف پسند بادشاہ تھا۔

آپ نے اس کی نیکی اور شرافت ہی کی وجہ سے اس کے ملک کو ہجرت کے لئے منتخب کیا تھا۔ اس نے محض اس درخواست پر کوئی حکم دینا، انصاف کے خلاف سمجھا اور دوسرے دن مسلمانوں کو بھی بلا بھیجا۔ تاکہ دونوں فریقوں کی باتیں سن کر پھر کسی نتیجے پر پہنچے۔

مسلمانوں نے حضرت جعفر طیارؓ کو اپنا نمائندہ بنایا کہ نجاشی کے سامنے جا کر اپنے مذہب کی خوبیاں پیش کریں۔ حضرت جعفرؓ نے نجاشی کے سامنے اس طرح تقریر کی۔

"اے بادشاہ! ہماری قوم جاہل اور گمراہ تھی۔ بتوں کو پوجتی تھی۔ مُردار کھاتی تھی۔ طرح طرح کی بدکاریاں کرتی تھی۔ لوٹ، مار، قتل و غارت کو اپنے لئے فخر سمجھتی تھی۔ بھائی بھائی کی جان کا دشمن تھا۔ ہم شرافت، انسانیت اور تہذیب سے کوسوں دور تھے۔ غرض دنیا کی ساری بُرائیاں ہم میں جمع ہو گئی تھیں۔ مگر خدا کی مہربانی سے ہم میں سے ایک شخص پیدا ہوا جس کی نیکی شرافت، پرہیزگاری اور ایمانداری کا حال ہمیں پہلے سے معلوم تھا۔ اس نے ایسے دین کی طرف بُلایا جس میں صرف ایک اللہ کی عبادت کی جاتی ہے۔ اس نے ہمیں بتایا کہ بتوں کی پوجا چھوڑ دیں، سچ بولیں۔ آپس میں ایک دوسرے کا خون نہ بہائیں، لوٹ مار سے باز آئیں۔ یتیموں کا مال نہ کھائیں۔ پڑوسیوں سے مہربانی کے ساتھ پیش آئیں، پاک باز عورتوں پر اتہام نہ لگائیں۔ ان کی عزت کریں۔ جھوٹ نہ بولیں۔ نماز پڑھیں، روزے رکھیں۔ ہم نے اس کی نصیحتوں کو قبول کر لیا ہے اس پر اور اس کے بتائے ہوئے خدا پر ایمان لے آئے ہیں۔ بتوں کی پوجا سے توبہ کر لی ہے اور بُرے کاموں سے باز آگئے ہیں۔

بس یہی ہمارا جرم ہے۔ جس کی وجہ سے ہماری قوم کے لوگ دشمن ہو گئے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ ہم پھر گمراہی کے اُسی گڑھے میں گر جائیں۔"

نجاشی نے کہا "تمھارے پیغمبر پر اللہ کا جو کلام اُترا ہے اس میں سے کچھ سناؤ"

حضرت جعفرؓ نے سورۂ مریم کی چند آیتیں پڑھیں۔ خدا کا کلام سُن کر نجاشی پر بہت اثر ہوا۔ آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ قریش کے سرداروں سے کہا "میں ان مظلوموں کو واپس نہیں کر سکتا۔ تم واپس چلے جاؤ۔"

مقاطعہ

قریش کو اپنے وفد کی ناکامی کی خبر ہوئی تو بہت پیچ و تاب کھایا اب انھوں نے غصّے اور انتقام کے جوش میں عام طور پر مسلمانوں کو ستانا شروع کر دیا۔ خود حضرت ابوبکرؓ بھی اُن کے ظلم سے نہ بچ سکے۔ لیکن اُن کے دل کی جلن کسی طرح کم نہ ہوئی۔ انھوں نے آپ کے خاندان کو برباد اور ہلاک کرنے کے لئے ایک نہایت ہی خطرناک تجویز سوچی۔ آپس میں بیٹھ کر طے کیا کہ جب تک ابوطالب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے کے لئے (نعوذ باللہ) ہمارے حوالے نہ کر دیں۔ اُن کا اور اُن کے خاندان کا پورے طور پر مقاطعہ کیا جائے۔ ان کے ساتھ لین دین خرید و فروخت، بات چیت بالکل بند کر دی جائے۔ کھانے پینے کا سامان غلّے کا ایک دانہ بھی اُن تک نہ پہنچنے دیا جائے۔ منصور بن عکرمہ نے یہ معاہدہ لکھ کر کعبے کے دروازے پر لٹکا دیا۔

ابوطالب کے لئے یہ مصیبت بہت سخت تھی۔ مگر پیارے بھتیجے کی خاطر انھوں نے اُسے قبول کر لیا۔ اور گھاٹی میں جا کر پناہ لی۔ سارے خاندان نے

پورے تین سال بہت مصیبت اور تکلیف میں گذارے طلح[1] کے پتے کھا کھا کر زندگی بسر کی۔ بچے بھوک سے روتے تھے تو شہر تک آواز جاتی تھی۔ ایک صاحب کو چمڑے کا ایک ٹکڑا مل گیا یہ اس وقت نعمت سے کم نہ تھا۔ بے چارے اسی کو بھون کر کھا گئے۔

آخر تین سال بعد قریش کے کچھ رحم دل لوگوں کو اِن غریبوں کی حالت پر ترس آیا۔ اُنھوں نے ابوجہل کی سخت مخالفت کے باوجود اس معاہدے کو پھاڑ ڈالا۔ اور بنو ہاشم کو اس گھاٹی سے نکال لائے۔

معراج

نبوت کے دسویں سال، ۲۷ رجب کو خدا نے آپ کو ساتوں آسمانوں کی سیر کرائی۔ پہلے آپ بیت المقدس تشریف لے گئے۔ پھر مختلف آسمانوں پر ہوتے اور مختلف نبیوں سے ملاقات کرتے ہوئے خدا کے حضور میں پہنچے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بات چیت کی عزّت بخشی۔ واپسی میں پانچ وقت کی نماز کا تحفہ آپ اپنے ساتھ لائے۔ اس سے پہلے صرف دو وقت یعنی فجر اور عصر کی نمازیں مسلمانوں پر فرض کی گئی تھیں۔

اسی واقعہ کا نام معراج ہے۔ مسلمان اس واقعہ کی یعنی ۲۷ رجب کی رات کو بہت مبارک رات سمجھتے ہیں۔

---

[1] ایک قسم کا کانٹے دار درخت۔

مصیبت پر مصیبت

تین برس تک مصیبتیں جھیلنے کے بعد آپ کو قریش کے ظلم سے کچھ چین ملا تھا۔ کہ مصیبت کا ایک اور پہاڑ ٹوٹ پڑا یعنی آپ کے شفیق چچا ابو طالب نے انتقال کیا یہ شروع سے آخر تک آپ کے دکھ درد میں شریک رہے تھے۔ نازک سے نازک وقت میں آپ کی حمایت کی تھی۔ اس لئے جتنا بھی صدمہ ہوتا کم تھا۔

یہ زخم بھرنے نہ پایا تھا کہ تین دن بعد حضرت خدیجہؓ اس دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ ان نیک بی بی نے اپنا مال و دولت، عیش و آرام سب کچھ آپ پر نثار کر دیا تھا۔ ان دونوں موتوں سے آپ کو بے انتہا صدمہ پہنچا اس سال کا نام ہی آپ نے عام الحزن (غم کا سال) رکھا۔

طائف کا سفر

ابو طالب کے انتقال کے بعد آپ کی حمایت کرنے والا کوئی بھی باقی نہ رہا تھا۔ اس لئے قریش کو بالکل آزادی مل گئی۔ وہ اب بڑی بے رحمی سے آپ کو ستاتے تھے۔ آپ نے جب دیکھا کہ روز بروز ان کی سختی بڑھتی جا رہی ہے اور حق کے پیغام کا ان پر اثر نہیں ہوتا۔ تو آپ طائف تشریف لے گئے تاکہ وہاں کے باشندوں کو اسلام کی دعوت دیں۔ وہاں آپ سرداروں اور معزز لوگوں کے پاس گئے۔ یہ لوگ آپ سے بڑی بدتمیزی سے پیش آئے اور شہر کے شہدوں اور شریر لڑکوں کو اشارہ کر دیا۔ یہ بری طرح آپ پر ٹوٹ پڑے اور پیروں پر اتنے پتھر

برسائے کہ جوتیاں خون سے بھر گئیں آخر آپ کو ایک انگور کے باغ میں پناہ لینی پڑی۔ اس سخت ترین تکلیف کے باوجود "سرکار دو عالم" کے ہاتھ بد دُعا کے لئے نہیں اُٹھے بلکہ آپ نے دُعا مانگی تو یہی کہ "خدا میری قوم کو ہدایت دے۔ یہ جانتی نہیں"۔

طائف والوں کے ظالمانہ اور ذلیل سلوک کے بعد مجبوراً پھر آپ کو مکّے کی طرف لوٹنا پڑا۔ آپ کی درخواست پر ایک شخص ابن مطعم نے آپ کو اپنی امان میں لے لیا اور اس طرح آپ امن و سلامتی کے ساتھ مکّے میں تشریف لائے۔

یہاں آکر آپ نے وعظ و نصیحت شروع کر دی۔ کافروں کی مخالفت نے بہت شدّت اختیار کر لی تھی، طرح طرح سے ستاتے اور تکلیف دیتے تھے۔ مگر آپ نے ان مخالفتوں کی مطلق پروا نہ کی اور اپنے کام میں لگے رہے۔

حج کے زمانے میں جب مکّے میں دور دور سے قبیلے آکر جمع ہوتے تو آپ ایک ایک کے پاس جاتے اور لوگوں کو اپنے دین کی طرف بُلاتے۔ اس کے علاوہ آپ عرب کے میلوں میں بھی تشریف لے جاتے اگرچہ ابولہب اور اس کے ساتھی لوگوں کو پہلے ہی سے بھڑکا دیتے۔

ہجرت[1]

مدینۃ النبیؐ

ہجرت سے پہلے مدینہ یثرب کے نام سے مشہور تھا۔ آپ کے تشریف لانے کے بعد اس کا نام "مدینۃ النبیؐ" (نبی کا شہر) پڑ گیا۔ بعد میں صرف مدینہ رہ گیا۔ مکہ سے اس کا فاصلہ تقریباً تین سو میل ہوگا۔ یہ بہت ہی پُرانا شہر ہے۔ مدّت سے اس میں یہودی بستے تھے۔ یمن میں جب طوفان آیا تو وہاں سے کچھ لوگ ہجرت کرکے اس طرف چلے آئے۔ اور مدینہ میں بس گئے۔ اُن کے دو سرداروں اوس اور خزرج کی اولاد خوب پھلی پھولی اور رفتہ رفتہ دو قبیلوں میں تقسیم ہوگئی جس نے اوس اور خزرج کے نام سے شہرت پائی۔ شروع میں یہودی اُن پر غالب تھے۔ مگر جب انھوں نے کچھ طاقت حاصل کرلی اور تعداد بھی زیادہ ہوگئی تو یہودیوں کو دبا لیا۔ مگر پھر آپس میں پھوٹ پڑ گئی۔

مدینہ کے یہودی اکثر پیشین گوئی کرتے رہتے تھے کہ عنقریب ایک نبی آنے والا ہے۔ اسی لئے اوس اور خزرج کے لوگوں کے کان بھی اس سے آشنا تھے اور وہ بھی اُس نبی کے آنے کے منتظر تھے۔

اوس اور خزرج میں اختلاف بڑھتے بڑھتے بہت بڑھ گیا اور نوبت لڑائی

---

[1] خدا کیلئے اپنا وطن چھوڑ کر کسی دوسرے مقام پر آباد ہو جانے کو "ہجرت" کہتے ہیں۔

تک پہنچ گئی۔ اس لڑائی میں اوس کو شکست ہوئی اور اس قبیلے کے لوگ مکے میں آئے کہ قریش کو اپنا حلیف (طرف دار یا دوست) بنائیں۔ آپ کو ان کے آنے کی خبر ہوئی، تو اُن کے پاس تشریف لائے اسلام کی دعوت دی اور چند آیتیں سنائیں۔ اُن میں سے ایک شخص نے کہا "خدا کی قسم ہم جس مقصد کے لئے آئے ہیں۔ اس سے یہ کہیں بہتر ہے" مگر اُن کے سردار نے کہا "ہم اس کام کے لئے نہیں آئے ہیں"

مدینے والوں کی پہلی بیعت

حج کے زمانے میں آپ قبیلوں کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے مکے کے آس پاس مختلف مقامات کا دورہ فرماتے رہتے۔ ایک مرتبہ رات کے وقت مکے سے چند میل کے فاصلہ پر عقبہ میں آپ کو کچھ لوگ نظر آئے۔ نام و نشان پوچھا تو معلوم ہوا کہ قبیلہ خزرج کے لوگ ہیں۔ آپؐ نے ان کے سامنے کلام پاک کی چند آیتیں پڑھیں اور اسلام کی خوبیاں بیان کیں۔ اُنھوں نے یہودیوں سے آنے والے نبی کا حال سنا تھا۔ ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر کہنے لگے "یقیناً یہ وہی نبی ہیں جن کے بارے میں یہودی پیشین گوئی کرتے رہتے ہیں۔ ایسا نہ ہو وہ ہم سے بازی لے جائیں" یہ تعداد میں چھ تھے اور سب کے سب اسی وقت مسلمان ہو گئے۔

مدینے پہنچ کر اُنھوں نے لوگوں کو خوش خبری دی کہ جس نبی کا لوگوں کو انتظار تھا وہ آگیا ہے۔ ہم نے اُسے دیکھا ہے۔ اس سے بات چیت کی ہے۔ اس سے اللہ کا کلام سنا ہے اور اس پر ہم ایمان لے آئے ہیں۔

اس کے بعد یہ لوگ بہت جوش اور سرگرمی سے اس مذہب کو پھیلانے

لگے اور گھر گھر اسلام کا چرچا ہونے لگا۔

دوسرے سال مدینے سے بارہ آدمی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ایمان کی دولت حاصل کی۔ اُن لوگوں نے آپ سے درخواست کی کہ ہمارے ساتھ کوئی آدمی کر دیجیے جو اسلام کے احکام ہمیں سکھائے۔ آپ نے یہ خدمت حضرت مصعب بن عمیرؓ کے سپرد کی جو بڑے دولت مند گھرانے کے تھے۔ مگر اسلام لانے کے بعد اُن کا تمام زر و مال عزیزوں نے چھین لیا تھا۔

مدینے میں اسلام کا چرچا

حضرت مصعب نے مدینے پہنچتے ہی لوگوں میں اسلام پھیلانے کی کوشش شروع کردی۔ روزانہ ہر گھر میں جاتے۔ قرآن شریف کی آیتیں سناتے اور اسلام کی اچھائیاں بیان کرتے۔ اُن کی اس کوشش اور سرگرمی سے لوگ بڑی کثرت سے مسلمان ہونے لگے۔

قبیلۂ اوس کے سردار سعد بن معاذؓ کو اسلام کے نام سے نفرت تھی مگر مصعب ان کے پاس بھی گئے اور قرآن کی آیتیں سنائیں۔ اللہ کا کلام سنتے ہی سعد بن معاذؓ کا دل نرم ہو گیا۔ اور فوراً مسلمان ہو گئے۔ ان کے اسلام لاتے ہی قبیلہ کا قبیلہ اسلام لے آیا۔

دوسرے سال حج کے موقع پر بہتر[۷۲] مرد اور عورتیں مکے میں آئے اور اپنے ساتھیوں سے چھپ کر انھوں نے مِنیٰ (عقبہ) میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ساتھ ہی آپ کو مدینے تشریف لے چلنے کی دعوت دی۔ اس وقت آپ کے چچا حضرت

عباس (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) بھی آپ کے ساتھ تھے۔ انھوں نے مدینے کے مسلمانوں سے کہا:۔

"لوگو! محمدؐ اپنے خاندان میں عزت اور احترام سے رہتے ہیں۔ ہم اُن کی حفاظت کے لئے اپنی جانیں بھی قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اب تم ان کو اپنے شہر میں بلاتے ہو اور وہ تمھارے یہاں جانا بھی چاہتے ہیں۔ مگر تم وعدہ کرو کہ مرتے دم تک اُن کا ساتھ دو گے اور ان پر کسی طرح کی آنچ نہ آنے دو گے ورنہ ابھی سے جو کہنا ہے کہہ دو"

ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ "ہمیں بھی اطمینان دِلا دیجئے کہ قوت اور طاقت حاصل کرنے کے بعد آپ ہمیں چھوڑ تو نہ دیں گے" آپ نے مسکرا کر فرمایا "نہیں میرا مرنا جینا تمھارے ساتھ ہے۔ تمھارا خون میرا خون ہے۔ تم میرے اور میں تمھارے ساتھ ہوں" اس کے بعد آپ نے اُن لوگوں سے ان باتوں پر عہد لیا۔

(۱) بتوں کو نہ پوجیں گے۔
(۲) جھوٹ نہ بولیں گے۔
(۳) کسی پر تہمت نہ لگائیں گے۔
(۴) چوری اور بُرے کام نہیں کریں گے۔
(۵) کسی کی چغلی نہ کھائیں گے۔
(۶) اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گے۔

(۷) ہر اچھی بات میں اپنے نبی کا حکم مانیں گے اور
(۸) آپ نے اُن سے اپنی حفاظت کا بھی عہد لیا۔

ہجرت

مکّے میں مسلمانوں کی تکلیفیں روز بروز بڑھتی جاتی تھیں۔ کافروں نے مسلمانوں کی زندگی دوبھر کر دی تھی۔ مگر اب مدینے کے ایمان والوں کی بدولت ان کو سر چھپانے کا موقع مل گیا تھا۔ آپ نے بھی یہ حالت دیکھ کر مسلمانوں کو مدینے میں ہجرت کی اجازت دے دی اور بہت سے مسلمان اپنے بھائی بندوں کے ظلم اور ستم سے مجبور ہو کر اپنے پیارے وطن کو چھوڑ مدینے میں جا جا کر آباد ہونے لگے۔

یہ سب چپکے چپکے ہو رہا تھا۔ قریش کو اس کا پتہ چلا تو اس میں بھی انھوں نے رکاوٹیں ڈالنی شروع کیں۔ حضرت ابوسلمہ مدینے جانے لگے تو کافروں نے اُن کا بچّہ چھین لیا۔ اور بیوی کو بھی نہیں جانے دیا۔ حضرت صہیب رومی مکّے سے روانہ ہونے لگے تو لوگوں نے انھیں گھیر لیا اور کہا "تو آیا تھا تو ننگا بھوکا تھا۔ یہاں آکر ہزاروں روپے کمائے۔ اب چاہتا ہے کہ یہ دولت یہاں سے سمیٹ لے جائے یہ ناممکن ہے"۔ صہیب نے کہا اگر میں یہ روپیہ پیسہ سب یہیں چھوڑ جاؤں تب تو اجازت دوگے"۔ انھوں نے کہا "ہاں تب جا سکتے ہو"۔ حضرت صہیب تمام مال و دولت پر لات مار کر مدینے روانہ ہو گئے۔

سازش

کافر یہ دیکھ دیکھ کر غصّے سے بے قابو ہو رہے تھے کہ مدینے میں مسلمانوں کو ٹھکانا مل گیا ہے۔ اور مکّے کے مسلمان وہاں جاجا کر آباد ہو رہے ہیں۔ انھیں اب یہ خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں تھوڑے دنوں میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں ہجرت نہ کر جائیں۔ پھر مدینے کے لوگ بڑی تیزی سے مسلمان ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اگر ابھی خبر نہ لی گئی تو مسلمان طاقت پکڑ جائیں گے۔ اور پھر کچھ بنائے نہ بنے گا۔

غرض قریش کے بڑے بڑے سردار ایک گھر میں جمع ہوئے اور یہ سوال اُٹھایا گیا کہ اس معاملہ میں کیا کیا جائے۔ رائیں مختلف تھیں۔ کسی نے کہا محمدؐ کے پاؤں میں زنجیر ڈال کر ایک مکان میں بند کر دیا جائے۔ کسی نے اسی طرح کے کچھ اور مشورے دیئے مگر یہ سب رائیں رد کر دی گئیں۔ صرف ابوجہل کے مشورے پر سب نے اتفاق کیا۔ اس نے کہا کہ ہر قبیلے سے ایک ایک نوجوان چن لیا جائے۔ یہ سب رات کو محمدؐ کے مکان کو گھیر لیں۔ صبح کو جب وہ نماز کے لئے نکلیں تو ایک ساتھ سب حملہ کر دیں۔ اور بوٹی بوٹی کاٹ ڈالیں۔ اس طرح محمدؐ کا خون تمام قبیلوں میں تقسیم ہو جائے گا۔ اور محمدؐ کے قبیلے کی اتنی ہمّت نہ ہوگی کہ سب قبیلوں سے بدلا لینے کے لئے اُٹھ کھڑا ہو۔

اِدھر یہ سازشیں ہو رہی تھیں اور اُدھر آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم آ گیا تھا۔ آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو دو تین دن پہلے اس کی خبر

کردی تھی اور یہ طے ہوا تھا کہ جو رات کا فردں نے قتل کے لئے طے کی تھی اسی رات کو مکے سے نکلیں گے۔ آخر وہ رات آگئی جس کا دشمنوں کو بہت بے چینی سے انتظار تھا۔ مکان کے چاروں طرف پہرہ لگا دیا گیا۔ آپ کو خدا کی طرف سے پہلے ہی سے اس کی خبر مل چکی تھی۔ آپ نے حضرت علیؓ کو بلا کر فرمایا "میں آج رات کو یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔ تم میرے پلنگ پر سو رہو لوگوں کی امانتیں تمھیں دیتا ہوں۔ جس جس کا مال ہے اُسے واپس کر دینا۔ دشمن انشاء اللہ تمھیں کوئی تکلیف نہ پہنچا سکیں گے" یہ بڑی جان جوکھوں کا کام تھا۔ مگر حضرت علیؓ نے رسول اکرمؐ کے حکم کو نہایت خوشی اور بے خوفی سے قبول کر لیا۔ اور اطمینان سے آپ کی جگہ پر سو رہے۔

جب رات آدھی گذر چکی سارے شہر پر اندھیرا چھا گیا۔ اور وہ بدبخت خدا کے حکم سے نیند کی بدمستی میں مبتلا ہو گئے تو آپ چپکے سے گھر سے نکل کر حضرت ابوبکرؓ کے پاس پہنچے، وہاں سب سامان پہلے سے تیار تھا۔ آپ حضرت ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر (رات کے اندھیرے میں) روانہ ہو گئے۔ چلتے وقت اپنے عزیز وطن کے چھوڑنے کا آپ کو بہت رنج تھا۔ آپ نے مکے سے مخاطب ہو کر فرمایا :-

"مکہ! مجھے تو تمام دنیا سے زیادہ عزیز ہے۔ مگر تیرے فرزند مجھے رہنے نہیں دیتے"

تین میل کے فاصلہ پر ثور نام کا ایک پہاڑ ہے۔ دونوں مہاجر یا مسافر اس پہاڑ کے ایک غار میں جا کر چھپ رہے۔ تین دن تک اسی غار میں رہے حضرت

ابوبکرؓ کا غلام کچھ رات گئے اپنی بکریاں لے آتا اور دودھ پلا جاتا۔ حضرت عبداللہ بن ابوبکر رات کو غار میں آکر سو جاتے اور صبح منھ اندھیرے چلے آتے۔ مکہ کی سب خبریں انہی سے معلوم ہوتی رہتی تھیں۔

پہرے والے صبح تک آپ کا انتظار کرتے رہے۔ آخر گھر میں گھس گئے۔ وہاں چارپائی پر حضرت علیؓ کو سوتا پایا۔ غصے سے ہونٹ چبانے لگے۔ اور تو کچھ بن نہ پڑا۔ حضرت علیؓ کو حرم میں لے جاکر بند کر دیا۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد چھوڑ دیا۔ اور آں حضرتؐ کی تلاش میں نکلے۔ سارے دن خاک چھانتے پھرے مگر کہیں پتہ نہ چلا۔ کچھ لوگ غار کے منھ تک پہنچ گئے مگر عقل پر تو پردہ پڑ گیا تھا۔ انھیں ذرا بھی پتہ نہ چلا اور لوٹ آئے۔ حضرت ابوبکرؓ کو اس وقت کچھ پریشانی ضرور ہوئی مگر آپ نے نہایت اطمینان سے فرمایا۔

لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا

گھبراؤ نہیں خدا ہمارے ساتھ ہے

تیسرے دن آپ غار سے نکلے۔ دو اونٹنیاں پہلے سے تیار تھیں۔ ایک اعتبار کا آدمی راستہ بتانے کے لئے مقرر کر لیا گیا اور آپ اپنے رفیق سفر حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ کافر آپ کو تلاش کرتے کرتے بیٹھ رہے۔ تو آپ کی گرفتاری کے لئے انعام کا اعلان کیا مگر اس میں بھی سخت ناکامی ہوئی۔ ایک شخص گھوڑے پر سوار آپ کے قریب آ بھی گیا۔ مگر آپ تک پہنچنا چاہتا تھا کہ گھوڑے نے دو مرتبہ ٹھوکر کھائی اور منھ کے بل گرا۔ آخر ذلت اور پشیمانی کے ساتھ آپ سے امان مانگی۔

مدینے میں

مدینے والوں کو پہلے ہی خوش خبری مل گئی تھی کہ ہمارے سردار تشریف لا رہے ہیں۔ بچے، بوڑھے، جوان غرض ہر ایک کو بڑی بے چینی سے انتظار تھا۔ روزانہ صبح تڑکے لوگ شہر کے باہر نکل جاتے اور دو دو تین تین گھنٹے آپؐ کا انتظار کرتے آخر مایوس چلے جاتے۔

ایک دن لوگ آپ کا انتظار کر کے واپس جا رہے تھے کہ ایک یہودی نے آپ کو دور سے آتے دیکھ لیا۔ قیافے سے آپ کو پہچان گیا۔ فوراً چلا اُٹھا۔ "لوگو! تم جن کا انتظار کر رہے تھے دیکھو وہ آ رہے ہیں" اتنا سُننا تھا کہ دھوم مچ گئی۔ اور سب پلٹ پڑے۔ مدینے میں یہ خبر بجلی کی طرح دوڑ گئی۔ "اللہ اکبر" کی آوازوں سے سارا شہر گونج اُٹھا۔ لوگ خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے۔

مدینے سے کوئی دو تین میل دور قبا نام کی ایک چھوٹی سی بستی تھی، آپ یہیں ٹھہر گئے۔ مدینے کے مسلمان گروہ در گروہ خدمت میں حاضر ہو کر بڑی محبت و عقیدت کے ساتھ سلام کرتے۔

قبا میں آپ نے چودہ دن قیام فرمایا۔ اس عرصے میں آپ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے ہاتھوں سے ایک مسجد کی بنیاد ڈالی۔ اس کے بنانے میں دوسرے صحابہ کے ساتھ خود آپ بھی شریک ہوتے۔ بھاری بھاری پتھر اُٹھا کر لاتے بعض وقت پتھروں کے بوجھ سے آپ کی پیٹھ دوہری ہو جاتی۔

سلہ چودھویں دن جمعہ کے روز آپ قبا سے شہر کی طرف روانہ ہوئے، قبیلۂ بنی سالم کے مکان تک پہنچے تھے۔ کہ جمعہ کی نماز کا وقت آ گیا۔ آپ یہیں اُتر پڑے۔ نماز سے پہلے خطبہ پڑھا۔ اور نماز ادا فرمائی۔ یہ سب سے پہلی جمعہ کی نماز اور سب سے پہلا جمعہ کا خطبہ تھا۔

اس عرصے میں آپ کی تشریف آوری کی خبر شہر میں پھیل چکی تھی۔ لوگ آپ کی پیشوائی کے لئے اُمنڈ آئے۔ اس وقت خوشی اور جوش کی عجیب کیفیت تھی، لوگ ہتھیار باندھ کر دونوں طرف صفیں بنا کر کھڑے ہو گئے۔ تکبیروں کا یہ شور تھا کہ سارا شہر گونج اُٹھتا تھا۔ پردے میں بیٹھنے والی بیبیاں، چھوٹی چھوٹی لڑکیاں خوشی کے جوش میں اپنی اپنی چھتوں پر چڑھ آئیں اور بے اختیاری کے عالم میں یہ شعر گانے لگیں۔

سلہ طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ

وداع پہاڑ کی گھاٹیوں سے چاند نکل آیا۔

سلہ وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا مَادَعَا لِلّٰہِ دَاعٍ

خدا کا شکر ہم پر واجب ہے۔ جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگیں

چھوٹی لڑکیاں ننھے ننھے ہاتھوں سے دف بجا بجا کر گا رہی تھیں۔ اور اس طرح اپنے رسول کے آنے کی خوشی منا رہی تھیں، آپ نے ان لڑکیوں سے پوچھا "بچیو! تم مجھے پیار کرتی ہو؟" کہنے لگیں ہاں یا رسول اللہ!" آپ نے فرمایا: "میں بھی تمھیں پیار کرتا ہوں!"

مدینے میں ہر جاں نثار کی تمنّا اور آرزو تھی کہ کسی طرح دو عالم کے سردار ہمارے گھر کو رونق بخشیں، ہر شخص آپ کے سامنے اپنا گھر، اپنا مال، اپنی جان پیش کرتا تھا۔ آپ اس کی اس مہربانی کا شکریہ ادا کرتے تھے۔ اور اُسے دعائیں دیتے تھے۔ آخر حضرت ابو ایوب انصاری کے مکان کے پاس آکر آپ کی سواری رُکی۔ قرعہ ڈالا گیا تو یہ خوش نصیبی اُنہی کے حصّے میں آئی۔

مدینے کی زندگی

مسجد نبوی کی تعمیر

حضرت ابوایوب انصاری کے مکان میں آپ نے سات مہینے قیام فرمایا۔ یہ مکان دو منزلہ تھا۔ آپ نے ملنے جلنے والوں کی آسانی کے خیال سے نیچے کا حصّہ پسند فرمایا۔ گھر کے سامنے ایک خالی زمین پڑی ہوئی تھی اسے آپ نے مسجد کے لئے انتخاب کیا۔ دو یتیم بچے اس کے مالک تھے۔ انھوں نے مفت نذر کرنا چاہی' مگر آپ نے یتیموں کا مال مفت لینا پسند نہیں کیا۔ اور حضرت ابوایوب انصاری سے اس کی قیمت دلادی۔

مسجد بنانے کا وقت آیا۔ تو دوسرے صحابہ کے ساتھ خود آپ بھی کام میں شریک تھے۔ اور اینٹیں اور پتھر اُٹھا اُٹھا کر لاتے تھے۔ یہ مسجد آج کی مسجدوں کی طرح عالی شان نہ تھی۔ اس کی سادگی کی یہ حالت تھی کہ اس میں محراب اور منبر تک نہ تھے۔ کچی اینٹوں کی دیواریں تھیں۔ کھجور کے پتوں اور چھال سے چھت پاٹی گئی تھی۔ اور کھجور ہی کی لکڑی کے ستون تھے۔ مینھ برستا تو ساری چھت ٹپکنے لگتی۔ اور اندر کیچڑ ہی کیچڑ ہو جاتی۔

پوری مسجد بن چکی تو اس سے متصل آپ کی محترم بیویوں کے لئے مکانات بنائے گئے۔ یہ مکانات کیا تھے۔ کھجور کی ٹٹیوں سے زمین گھیر دی گئی تھی۔ اندر

کوٹھریاں بھی ٹیٹوں ہی کی تھیں۔ جو مکان کچی اینٹوں سے بنائے گئے تھے۔ ان کی کوٹھریاں بھی ٹیٹوں ہی کی تھیں۔

اصحاب صفہ

اسلام کے فدائیوں میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جن کا گھر بار کچھ نہ تھا۔ انھوں نے اپنی زندگی اللہ اور رسول کی خدمت کے لئے وقف کر دی تھی۔ ہر وقت اللہ کی عبادت کی دھن میں مست رہتے تھے۔ اُن میں سے کچھ لوگ جنگل میں جا کر لکڑیاں توڑ لاتے اور اُسی کو بیچ کر گزارہ کرتے۔ پھر بھی کبھی کبھی دو دو دن فاقے سے گذر جاتے، اتنے کمزور اور ناتواں ہو جاتے کہ نماز کی حالت میں گر پڑتے۔ لباس کی حالت یہ تھی کہ کسی کے پاس تہمد تھا تو چادر نہ تھی، چادر تھی تو تہمد نہ تھا۔

آپ کو ان لوگوں سے بہت محبت تھی اور ان کا خاص طور پر خیال رکھتے تھے۔ کہیں سے صدقہ آتا تو سارے کا سارا انھی کے پاس بھیج دیتے۔ دعوت کے موقعوں پر انھیں بھی بلاتے۔ ایک دفعہ حضرت فاطمہؓ نے آپ سے ایک لونڈی کے لئے درخواست کی۔ تو آپ نے فرمایا "یہ نہیں ہو سکتا کہ میں تمھیں دوں اور صفہ والے بھوکوں مریں۔"

دن میں یہ لوگ آپ کی خدمت میں رہتے۔ دین کی باتیں سیکھتے یا کسی سے قرآن پڑھتے۔ رات کا وقت عموماً عبادت میں گذارتے۔ اسلام کی دعوت دینے یا نئے نئے مسلمانوں کو دین کی باتیں سکھانے کے لئے یہی لوگ بھیجے جاتے۔ ان میں سے جو کوئی شادی کر لیتا وہ اس گروہ سے علیحدہ ہو جاتا۔

مسجد نبوی کے ایک طرف مگر مسجد سے ملا ہوا اُن لوگوں کے لئے سائبان بنا دیا گیا تھا۔ رات کو یہ لوگ اسی میں پڑ رہتے تھے۔ عربی میں سائبان کو صفہ کہتے ہیں۔ چونکہ یہ لوگ اسی سائبان میں رہا کرتے تھے۔ اس لئے یہ اصحاب صفہ کے نام سے مشہور ہو گئے۔

بھائی چارہ

مکے کے مسلمان ہجرت کر کے مدینے آئے تو یہاں کے پُر جوش مسلمانوں نے اُنھیں ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اور نہایت خوشی کے ساتھ مہمان رکھا۔ بے چارے جب گھر سے نکلے تھے تو کافروں کے خوف سے معمولی سامان بھی اپنے ساتھ نہ لے سکے تھے۔ حالانکہ ان میں سے اکثر بہت کھاتے پیتے اور خوش حال تھے۔ اسی لئے اب اُنھیں اپنے مسلمان بھائیوں کے در پہ اس طرح پڑا رہنا بُرا معلوم ہوتا تھا۔ ان کی غیرت تقاضا نہیں کرتی تھی کہ وہ اپنے بھائیوں پر بوجھ ہوں اگرچہ ان کے میزبان ہر وقت ان کی دل جوئی کرتے رہتے تھے اور اس فکر میں رہتے تھے کہ کہیں ان کا دل تھوڑا نہ ہو۔ پھر بھی یہ صورت کب تک قائم رہتی۔ خود آں حضرتؐ بھی اس سے غافل نہ تھے۔ جب مسجد نبوی بن کر تیار ہو چکی تو آپ نے مدینے کے مسلمانوں کو (جو اللہ رسول یا اس کے پیرووں کو اس قدر قیمتی امداد دینے کی وجہ سے اب انصار کہلاتے ہیں) اور مکے کے مہاجرین کو ایک گھر میں جمع کیا اور انصار سے فرمایا "یہ تمھارے بھائی ہیں۔ پھر دو دو آدمیوں کو بلا کر فرماتے گئے کہ "یہ اور تم بھائی ہو"۔ اسی طرح ہر ایک مہاجر کو ایک انصاری کا بھائی بنا دیا۔ اور یہ رشتہ سگے بھائی کے رشتے

سے بھی زیادہ مضبوط ثابت ہوا جب کوئی انصاری مرتا تو اس کے مال اور جائداد میں سے اس کے مہاجر بھائی کو بھی حصّہ ملتا تھا۔

انصار اب اپنے اپنے مہاجر بھائیوں کو گھر لے گئے اور گھر کا سارا سامان سامنے لا کر رکھ دیا۔ کہ آدھا کر لیجئے۔ ایک انصاری کے دو بیویاں تھیں۔ انھوں نے اپنے مہاجر بھائی سے کہا "آپ ان میں سے ایک پسند کر لیجئے میں طلاق دے دیتا ہوں۔ آپ عدت کے بعد نکاح کر لیجئے گا" مگر اس خود دار مہاجر نے شکریہ کے ساتھ انکار کیا۔ اور کہا "آپ کا مال اور آپ کی بیویاں آپ کو مبارک! مجھے آپ یہاں کا بازار بتا دیجئے"

مہاجرین کے رہنے سہنے کے لئے انصار نے یہ انتظام کیا کہ گھروں کے آس پاس جو زمینیں پڑی تھیں وہ دے دیں جس کے پاس زمین نہ تھی اس نے اپنے مکان کے دو حصّے کر کے ایک حصّہ اپنے مہاجر بھائی کو دے دیا۔

مگر مہاجرین نے باوجود انصاری بھائیوں کی ان مہربانیوں کے اپنے ہی بل بوتے پر کھڑا ہونا پسند کیا۔ حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ حضرت عثمانؓ۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اور دوسرے صحابہ نے تجارت کا کاروبار شروع کر دیا۔ اللہ نے ان کی تجارت میں بہت برکت دی۔

اذان

مدینے میں مسجد تو بن گئی تھی۔ مگر نماز کے وقت کے اعلان کی اب تک کوئی خاص صورت نہ تھی اور لوگ جماعت میں شریک نہ ہو سکتے تھے۔ آپ کو یہ بات

پسند نہ آئی کیونکہ اسلام کا مقصد تو یہ تھا کہ سب ایک ساتھ مل کر کام کریں اور چھوٹے بڑے غریب امیر کی کوئی تمیز نہ ہو چنانچہ آپ نے اذان کا طریقہ مقرر فرمایا۔ اور حضرت بلالؓ کو اس خدمت پر مقرر کیا کہ پانچوں وقت اذان دیا کریں۔ اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ دن رات میں پانچ وقت توحید اور رسالت کی تبلیغ ہو جاتی تھی۔

معاہدہ[1]

مدینے میں جب آں حضرتؐ کو کچھ اطمینان نصیب ہوا تو آپ نے یہاں کی حالت پر نظر ڈالی مکے کی طرح یہاں ایک ہی قوم کے لوگ نہ تھے۔ ایک طرف تو اوس اور خزرج کے قبیلے کے لوگ تھے۔ جو پہلے بُت پرست تھے۔ مگر ہمارے نبی کی برکت سے مسلمان ہو گئے تھے۔ اور انصار کہلاتے تھے۔ دوسری طرف یہودی تھے جو حضرت موسیٰؑ کو اپنا پیغمبر مانتے تھے۔ یہودی ان میں زیادہ دولت مند، طاقتور اور چالاک تھے۔ یہ ہمیشہ اوس اور خزرج کو ایک دوسرے سے لڑاتے رہتے تھے اُنھیں خطرہ تھا کہ اگر ان دونوں قبیلوں میں جو ایک ہی نسل سے ہیں۔ باہم اتحاد و اتفاق ہو گیا تو یہ ہم پر غالب آجائیں گے۔ ان میں سے اب تک سوائے دو چار کے کوئی مسلمان بھی نہ ہوا تھا۔ بڑا خطرہ اس بات کا تھا کہ کہیں مکے کے کافر انھیں اپنے

---

[1] معاہدہ کے معنی ہیں دو آدمیوں یا دو جماعتوں کا ایک دوسرے سے کسی بات کا وعدہ کرنا۔ مثلاً یہ کہ ایک دوسرے سے لڑیں گے نہیں اور اگر کسی دشمن سے مقابلہ ہوا تو ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے۔

ساتھ نہ ملالیں۔ اور ایک نئی آفت برپا ہوجائے۔ اس لئے مدینے میں امن و امان قائم رکھنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ مسلمانوں اور یہودیوں میں ایک معاہدہ ہوجائے چنانچہ آپ نے ان دونوں میں معاہدہ کرادیا۔ اور شرطیں یہ قرار پائیں۔

(۱) یہودیوں کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔

(۲) یہودی اور مسلمان آپس میں دوستانہ برتاؤ رکھیں گے۔

(۳) قریش کو دونوں میں سے کوئی امان نہ دے گا۔

(۴) مدینے پر حملہ ہوگا تو دونوں مل کر مقابلہ کریں گے۔

(۵) یہودیوں یا مسلمانوں کو کسی سے لڑائی پیش آئے گی تو ایک فریق دوسرے کی مدد کرے گا۔

یہودیوں کے علاوہ مدینے کے آس پاس کے اور بہت سے قبیلوں کو بھی آپ نے اس معاہدے میں شریک کرلیا۔

مدینے میں آپ کی مشکلات

اُمید تھی کہ معاہدے کے بعد مسلمانوں کی پریشانیاں کچھ کم ہوجائیں گی اور انھیں اطمینان کے ساتھ اپنے مذہب کے پھیلانے کا موقع ملے گا۔ مگر کوئی نہ کوئی بات ایسی نکل آتی تھی جس سے دشواریاں بڑھتی جارہی تھیں۔ یہ دشواریاں دو قسم کی تھیں ایک تو خود مدینہ اور آس پاس کے یہودیوں اور منافقوں کی وجہ سے، دوسرے مکّے کے کافروں کی آئے دن کی شرارتوں کے سبب۔

یہودیوں کی قوم بہت دولت مند اور بہت مغرور تھی۔ اپنے آگے سب کو

حقیر اور ذلیل سمجھتی تھی۔ اُسے یہ دیکھ کر بڑا حسد ہو رہا تھا کہ مسلمانوں کی طاقت برابر بڑھتی جاتی ہے۔ یہودی اب کھلم کھلا اللہ، رسُول اور کلام پاک کا مذاق اڑاتے اور اس تاک میں لگے رہتے تھے کہ کسی طرح مسلمانوں کو زک دیں۔

اُدھر قریش نے طے کر لیا تھا کہ جب تک اسلام اور مسلمانوں کو دنیا سے مٹا نہ دیں گے چین سے نہ بیٹھیں گے۔ وہ برابر یہودیوں کو شہ دے رہے تھے۔ اور یہودی بھی اُن کی شہ پر ہمیشہ نئے نئے فتنے کھڑے کرتے رہتے تھے۔ قریش نے قبیلۂ خزرج کے سردار عبداللہ بن اُبی کو مدینے میں دھمکی کا ایک خط لکھا کہ "تم نے ہمارے آدمی کو پناہ دی ہے یا تو اُسے نکال دو یا پھر ہم تم پر حملہ کر کے اور تمھیں ہلاک کر کے تمھاری عورتوں پر قبضہ کرتے ہیں"۔ عبداللہ لڑائی کے لئے آمادہ بھی ہو گیا تھا۔ مگر آں حضرت صلعم نے سمجھا بجھا کر اُسے ٹھنڈا کیا۔ مدینے کے آس پاس کے قبیلوں کو بھی قریش اُکساتے رہتے تھے۔

تیسری طرف منافقوں[1] کا گروہ تھا۔ یہ لوگ کسی نہ کسی لالچ سے ظاہر میں تو مسلمان نظر آتے تھے۔ مگر ہمیشہ اسلام کی جڑ کاٹنے کی فکر میں رہتے تھے عبداللہ بن اُبی ان کا سب سے بڑا سردار تھا۔ مدینے کے لوگ اس کو اپنا بادشاہ بنانے والے تھے۔ مگر آپ کے تشریف لے آنے سے سارے منصوبے خاک میں مل گئے۔ عبداللہ کو اس کا بڑا صدمہ تھا۔ اس لئے وہ ظاہر میں تو مسلمان ہو گیا لیکن اندر اندر مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی ترکیبیں بھی سوچتا رہتا تھا۔ قریش سے برابر ساز باز رکھتا تھا۔

---

[1] منافق اس شخص کو کہتے ہیں جس کے دل میں کچھ ہو اور زبان پر کچھ۔

غرض چاروں طرف سے مسلمانوں کو پریشانیاں ہی پریشانیاں تھیں۔ ہر وقت خطروں میں گھرے رہتے تھے۔ کبھی کبھی شہر کی حفاظت کے لئے ساری ساری رات پہرہ دینا پڑتا تھا۔

غزوۂ[1] بدر

مکّے کے کافر آں حضرتؐ کی ہجرت کے بعد برابر لڑائی کی تیاریاں کر رہے تھے اور دوسرے قبیلوں کو بھی اس کے لئے اُبھار رہے تھے۔ ایک طرف یہودیوں کو اُکسا رہے تھے۔ دوسری طرف منافقوں سے ساز باز تھا۔ آں حضرتؐ قریش کی سرگرمیوں کی خبر لانے کے لئے مختلف دستوں کو بھیجتے رہتے تھے۔ اسی زمانے میں ایک دستہ عبداللہ بن جحش کی سرداری میں بھی اسی مقصد سے بھیجا گیا۔ اس نے غلطی سے قریش کے سردار حرب بن امیہ کے دوست عمرو بن الحضرمی کو مار ڈالا۔ آپ کو اور صحابہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو سخت ناراض ہوئے اور غنیمت کا مال واپس کر دیا۔

قریش کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو ان کے غصّے کی آگ اور بھی بھڑک اُٹھی پھر اسی زمانے میں یہ افواہ بھی نہ جانے کیسے پھیل گئی کہ مسلمان قریش کے تجارتی قافلے کو لوٹنے آ رہے ہیں بس پھر کیا تھا مسلمانوں سے انتقام لینے کے لئے فوراً ایک لشکر تیار کیا گیا۔ تمام بہادر اور نامور سردار اس میں شامل ہوتے فوج کی کل تعداد گیارہ سو کے قریب ہوگی۔

رمضان ۲ھ میں مکّے سے یہ فوج بڑی شان سے یہ سمجھ کر نکلی کہ آج محمدؐ

---

[1] غزوہ اس لڑائی کو کہتے ہیں جس میں آں حضرتؐ نے خود شرکت فرمائی۔

اور اسلام کا خاتمہ کر دیں گے۔ اور اب اسلام کا کوئی نام لیوا دنیا میں باقی نہ رہے گا۔ مگر ان کو کیا معلوم تھا کہ یہ مقابلہ حق اور باطل کا تھا جس میں حق کا ساتھ ہمیشہ خدا نے دیا ہے اور حق نے ہمیشہ فتح پائی ہے۔

ابھی یہ فوج راستے ہی میں تھی کہ قافلے کے صحیح سلامت پہنچنے کی خبر ملی۔ کچھ لوگوں کا جوش یہ خبر سنتے ہی ٹھنڈا پڑ گیا۔ اور انھوں نے واپس جانے کی رائے ظاہر کی مگر ابوجہل اور دوسرے کافروں کے سرداروں پر تو موت سوار تھی۔ انھوں نے آگے بڑھنے پر اصرار کیا اور انھی کی رائے غالب رہی۔

آپ کو جب یہ اطلاع ملی تو سب صحابہ کو جمع کر کے مشورہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ اور دوسرے مہاجرین نے پرجوش تقریریں کیں جن سے جاں نثاری ظاہر ہوتی تھی مگر آپ کی نظر انصار کی طرف تھی وہ اس کو سمجھ گئے۔ قبیلۂ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ نے کہا "شاید آپ کا اشارہ ہماری طرف ہے۔ خدا گواہ ہے اگر آپ حکم دیں تو ہم سمندر میں کود پڑیں۔"

یہ سن کر آپ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔

اب مسلمانوں نے بھی مقابلہ کی تیاری شروع کر دی۔ مشکل سے تین سو تیرہ آدمی جمع ہو پائے۔ ان اللہ کے بندوں کے پاس نہ سواری کے لئے کافی اونٹ تھے۔ نہ لڑنے کے لئے پورے ہتھیار تھے، نہ رسد[1] کا سامان تھا۔ اسی بے سروسامانی کی حالت میں یہ چھوٹی سی جماعت اللہ پر بھروسا کر کے دشمن کے ایک بڑے لشکر کا مقابلہ کرنے نکلی۔

۱ بدر ایک گاؤں کا نام ہے، یہاں ہر سال ایک میلا لگا کرتا ہے۔ یہ مدینے

---

[1] فوجوں کے کھانے پینے کے لئے غلہ وغیرہ کا جو سامان ہوتا ہے اسے سامان رسد کہتے ہیں۔

سے کوئی اسی میل کے فاصلہ پر ہے۔ کافروں نے یہیں آکر پڑاؤ ڈالا تھا۔ وہ پہلے سے آگئے تھے۔ اسی لئے اچھی جگہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ مسلمان جس زمین پر اُترے وہ اتنی ریتلی تھی کہ اونٹوں کے پاؤں دھنس دھنس جاتے تھے۔ پانی کا بھی کوئی سامان نہ تھا جو چشمے تھے اُن پر کافر پہلے ہی قابض ہو گئے تھے۔ مگر مسلمانوں پر اللہ کی مہربانی تھی۔ اس روز مینھ برس گیا جس سے ریت جم گئی۔ اور مسلمانوں نے بارش کا یہ پانی پینے، نہانے اور وضو وغیرہ کے لئے چھوٹے چھوٹے حوض بنا کر روک لیا۔

رات کو دونوں فوجوں نے آرام کیا صرف رسول اللہ صلعم دعا اور عبادت میں مصروف رہے۔ صبح کو نماز کے بعد آپ نے جہاد[1] پر وعظ کیا۔

چونکہ آں حضرت صلعم خود اپنے ہاتھوں سے کسی کو قتل کرنا نہیں چاہتے تھے اس لئے آپ کے واسطے میدان میں علیحدہ پھوس کا سائبان ڈال دیا گیا۔ اسی میں آپ تشریف رکھتے تھے۔ لڑائی شروع ہونے سے پہلے دونوں ہاتھ پھیلا کر آپ دعا مانگ رہے تھے۔ اور زبان پر یہ الفاظ تھے۔

"خدایا! اگر یہ چند جانیں آج دنیا سے مٹ گئیں تو پھر تو قیامت تک نہ پوجا جائے گا۔"

آخر اللہ نے آپ کو فتح کی خوش خبری دی اور آپ نے مسلمانوں کو یہ مژدہ سنایا۔ اتنے میں کافروں کی فوج بھی سارے ہتھیار لگا کر بڑی شان سے مقابلہ میں آئی۔ مسلمانوں کے لئے یہ بڑی نازک گھڑی تھی۔ مقابلہ کفر و اسلام ہی کا

---

[1] مذہب کی راہ میں جنگ کرنا جہاد کہلاتا ہے۔

نہیں تھا۔ بلکہ عزیزوں اور دوستوں، باپ اور بھائی، ماموں اور چچا کے خلاف تلوار اٹھائی تھی۔ مگر مسلمان اس امتحان میں پورے اُترے اور اللہ رسولؐ کے مقابلے میں انھوں نے کسی کی پروا نہ کی۔

آپ کا حکم تھا کہ اپنی طرف سے پہل نہ کی جائے۔ پہلے کافروں کے لشکر کا سردار عتبہ اپنے بیٹے اور بھائی کو لے کر میدان میں نکلا۔ اُدھر سے حضرت علیؓ، حضرت حمزہؓ، حضرت عبیدہؓ مقابلے میں آئے۔ اور تھوڑی دیر میں تینوں کافروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ حضرت عبیدہؓ اس مقابلے میں زخمی ہوئے۔ اس کے بعد دونوں طرف سے عام حملہ شروع ہو گیا۔ مسلمان خوب قدم جما کر لڑے۔ بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ عتبہ ابوجہل اور قریش کے دوسرے بڑے بڑے نامی سردار مارے گئے۔ یہ دیکھ کر کافروں کا جی چھوٹ گیا۔ اور اُنھوں نے ہار مان لی۔ اللہ کی شان! تین سو آدمیوں کی چھوٹی سی بے سروسامان جماعت کو ایک ہزار بہادروں اور سورماؤں کے زبردست لشکر پر ایسی شاندار فتح حاصل ہوئی۔ قریش کا خیال تھا کہ اِن مٹھی بھر آدمیوں کو مسل کر رکھ دیں گے۔ مگر اللہ نے ان کی ساری اکڑ، شان اور غرور کو مٹی میں ملا دیا۔

مسلمانوں نے اب لوگوں کو گرفتار کرنا شروع کیا۔ ان میں آں حضرت صلعم کے چچا حضرت عباسؓ، حضرت علیؓ کے بھائی حضرت عقیلؓ وغیرہ جیسے معزز لوگ بھی گرفتار ہوئے۔

نقصان جان کا اندازہ لگایا گیا تو صرف ۱۴ مسلمان شہید ہوئے تھے اور کافر ستر مارے گئے جن میں سب بڑے بڑے سردار تھے۔

لڑائی کے قیدی مسلمانوں پر تقسیم کر دئے گئے۔ اور تاکید کر دی گئی کہ انھیں کوئی

تکلیف نہ ہونے پائے۔ خود ان قیدیوں کا بیان ہے کہ مسلمان خود کھجوریں کھا کے رہتے تھے۔ اور ہمیں زبردستی کھانا کھلاتے تھے۔

اِن قیدیوں کے بارے میں حضرت عمرؓ کی رائے تھی کہ سب قتل کر دیے جائیں۔ مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا کہ فدیہ[1] لے کر چھوڑ دیے جائیں۔ آپ نے اِسی تجویز کو پسند کیا۔ جو لوگ مال دار تھے وہ فدیہ کا روپیہ دے کر آزاد ہو گئے۔ جو غریب تھے اور پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔ اُن کے لئے فدیہ یہ قرار پایا کہ مسلمانوں کے دس دس بچّوں کو لکھنا سِکھا دیں۔

خوفناک سازش

قریش کی شکست سے مکّے میں مُردنی سی چھا گئی تھی۔ ہر گھر میں ماتم تھا۔ عمیر بن وہب (جس کا بیٹا مدینے میں قید تھا) صفوان بن امیہ (جس کا باپ بدر میں مارا گیا تھا) دونوں اسلام کے سخت دشمن تھے۔ ایک دن یہ دونوں مکّے کے باہر بدر کے واقعہ پر آنسو بہا رہے تھے۔ صفوان نے کہا "خدا کی قسم! بدر کے بعد اب زندگی اجیرن ہو گئی ہے۔" عمیر نے جواب دیا "اگر میں قرضدار نہ ہوتا اور بال بچّوں کی فکر نہ ہوتی تو محمدؐ کو قتل ہی کر کے آتا۔" صفوان نے کہا "تیرا قرض میں ادا کر دوں گا اور جب تک زندہ ہوں تیرے گھر کا خرچ میرے ذمّے ہے۔"

عمیر سیدھا گھر آیا تلوار زہر میں بجھائی اور مدینے کی طرف چل کھڑا ہوا۔ مدینے پہنچا تو حضرت عمرؓ کی نظر اس پر پڑ گئی اس کے تیور سے سمجھ گئے کہ شیطان کسی بُرے

---

[1] وہ رقم جو جان کے عوض دی جائے۔ فدیہ کہلاتی ہے۔

ہی ارادے سے آیا ہے گردن پکڑ کر آپ کی خدمت میں لائے مگر "سرکار دوعالم" نے فرمایا چھوڑ دو۔ پھر عمیر سے فرمایا "کہو عمیر! کس ارادے سے آئے ہو؟" اس نے کہا "بیٹے کی خیریت دریافت کرنے آیا تھا" آپ نے فرمایا "پھر یہ تلوار کیسی لٹکی ہے؟ تم مجھ سے چھپاتے ہو؟ تم نے اور صفوان نے میرے قتل کی سازش کی تھی۔ اس نے تمہارا قرض ادا کرنے اور تمہارے گھر کا خرچ اٹھانے کا بھی ذمہ لیا تھا عمیر! تمہیں نہیں معلوم میری حفاظت کرنے والا خدا ہے"۔

یہ سنتے ہی عمیر سناٹے میں آگیا۔ بے اختیار بول اٹھا یا رسول اللہ آپ خدا کے سچے نبی ہیں۔ جس وقت میرے اور صفوان کے درمیان قول وقرار ہوا تھا۔ ہم دونوں کے سوا وہاں کوئی نہ تھا"۔ عمیر اسی وقت اسلام لے آیا۔

غزوہ سویق

بدر کے حادثہ کے بعد ابوسفیان قریش کا سردار بنایا گیا۔ اس نے قسم کھائی کہ جب تک بدر کا بدلہ نہ لے گا نہ نہائے گا، نہ سر میں تیل ڈالے گا۔ چند چار مہینے بعد وہ دو سو سوار لے کر مدینے پر چڑھ دوڑا۔ شہر کے قریب آیا تو سواروں کو باہر چھوڑ کر خود رات کے اندھیرے میں چپکے سے شہر میں چلا آیا۔ اور ایک یہودی کے گھر ٹھہر گیا۔ شاید اس وقت حملہ کرنا مناسب نہ سمجھا اس لئے کچھ رات رہے وہاں سے نکلا۔ ایک مسلمان کو شہید کیا۔ کھجوروں کے چند باغوں میں آگ لگائی۔ اور اپنے نزدیک گویا قسم پوری کر کے واپس چلا گیا۔ آں حضرت صلعم کو خبر ہوئی تو پیچھا کیا مگر وہ دور نکل گیا تھا۔ گھبراہٹ میں ستو کی بوریاں پھینکتا گیا تھا۔ ستو کو عربی میں سویق

کہتے ہیں۔ اسی لئے اس کا نام غزوۂ سویق پڑا۔

غزوۂ اُحد

قریش بدر کا انتقام لینے کے لئے بہت بے چین تھے۔ مکے کے ہر مرد اور عورت کے دل میں رہ رہ کر ٹیس اُٹھتی تھی۔ ابوسفیان بھی رات دن اِسی فکر میں رہتا تھا۔ مگر سمجھتا تھا کہ رسُول اللہ صلعم کا مقابلہ اب کھیل نہیں رہا۔ بہت بڑی فوج کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے یہ انتظام کیا گیا کہ قریش کے شاعر مختلف قبیلوں میں جا کر اپنے اشعار کے ذریعے لوگوں کو آپ کے خلاف بھڑکائیں۔ اس سے لوگوں میں بہت جوش پھیل گیا۔ اور تقریباً پانچ ہزار فوج جمع ہو گئی۔ ان میں تین ہزار شُتر سوار[1]، دو سو گھوڑے سوار اور سات سو پیدل تھے۔ لڑائی کے خرچ کے لئے یہ صورت اختیار کی گئی کہ شام کے تجارتی قافلے کو جو کچھ نفع ہوا تھا۔ وہ سب لڑائی کے چندے میں داخل کر دیا گیا۔

رسول اللہ کے چچا حضرت عباس نے جو اسلام لا چکے تھے۔ لیکن ابھی تک مکے ہی میں مقیم تھے۔ فوراً آں حضرت کو اطلاع دی کہ قریش کی زبردست فوج مدینے پر چڑھائی کے لئے جا رہی ہے۔ یہ خبر پا کر آپ بھی مقابلے کی تیاریاں کرنے لگے دوسرے دن صحابہ کو بلا کر مشورہ کیا۔ بعض صحابہ کی رائے تھی کہ مدینے میں رہ کر مقابلہ کیا جائے۔ عبداللہ بن اُبَی (منافق) نے بھی اس سے اتفاق کیا۔ آپ کو بھی یہ مشورہ پسند آیا۔ مگر اکثر پرجوش صحابہ نے زور دیا کہ ہمیں آگے بڑھ کر مقابلہ کرنا چاہیے۔ جب آپ گھر میں سے زرہ پہن کر تشریف لائے تو انھیں پشیمانی ہوئی۔ کہ کیوں ہم نے آپ کی مرضی کے خلاف رائے دی۔ کہنے لگے "آپ ہماری رائے کا کچھ خیال

---

[1] اونٹ سوار

نہ فرمائیں۔ اگر شہر میں رہ کر مقابلہ کرنا مناسب ہو تو یہیں تشریف رکھیں" مگر آپ نے فرمایا "نبی کے لئے یہ زیبا نہیں کہ ہتھیار لگا کر بغیر لڑے اتار دے" اور صحابہ کے مشورہ کے مطابق مسلمانوں کو لے کر شہر کے باہر چلے۔

مسلمانوں کی فوج تقریباً ایک ہزار تھی مگر عبداللہ بن ابی منافقوں کا سردار تین سو ساتھیوں سمیت یہ کہہ کر عین وقت پر الگ ہو گیا کہ آں حضرت نے ہماری رائے نہیں مانی تو ہمیں کیا ضرورت ہے کہ مفت میں اپنی جان گنوائیں۔ اس طرح صرف سات سو مسلمان رہ گئے۔

دو بچے

مدینے سے باہر نکل کر حکم ہوا کہ جتنے کم عمر لڑکے ہیں واپس کر دیئے جائیں جب رافع بن خدیج کا نمبر آیا یہ پنجوں کے بل کھڑے ہو گئے ان کی یہ ترکیب چل گئی اور وہ فوج میں لے لئے گئے۔ ان کے ہم عمر ساتھی سمرہؓ نے جب یہ دیکھا تو کہا واہ میں تو رافع کو کشتی میں پچھاڑ دیا کرتا ہوں۔ اگر ایسا ہی ہے تو ہم دونوں کی کشتی کرا دی جائے۔ دونوں کی کشتی کرائی گئی سمرہؓ نے رافع کو پچھاڑ دیا۔ اور انھیں بھی اجازت مل گئی۔

میدان جنگ

احد پہاڑ مدینے سے لگ بھگ دو میل ہوگا۔ یہاں پہنچ کر آپ نے فوج کی صفیں درست کیں۔ اس خطرے سے کہ دشمن پیچھے سے حملہ نہ کر دیں۔ ایک پہاڑی درہ پر پچاس تیر انداز متعین کر دیئے۔ اور انھیں تاکید کر دی کہ فتح ہو یا شکست جب

تک حکم نہ دیا جائے وہاں سے نہ ہٹیں۔

مکّے کی فوج نے بھی اپنی صفیں درست کیں اور مقابلہ پر آ گئے۔ اس مرتبہ مردوں کو جوش دلانے کے لئے عورتیں بھی ساتھ آئی تھیں۔

قریش کے ٹڈی دل کے مقابلہ میں مسلمان صرف سات سو تھے مگر اس ہمت سے لڑے کہ کافروں کے چھکے چھوٹ گئے۔ حضرت حمزہؓ حضرت علیؓ اور ابودجانہ جس طرف بڑھتے تھے لاشوں کے ڈھیر لگا دیتے تھے۔ آخر قریش مسلمانوں کے حملے کی تاب نہ لا سکے۔ فوج میں بھاگڑ مچ گئی۔ عورتیں جو اب تک مردوں کو جوش دلا رہی تھیں بدحواس ہو کر پیچھے بھاگیں۔ اور مسلمان غنیمت[1] کا مال لوٹنے میں مشغول ہو گئے۔

غلطی اور اُس کی سزا

جن پچاس نوجوانوں کو آپ نے درّے پر مقرر کیا تھا۔ وہ بھی باوجود ممانعت کے لوٹ میں شریک ہو گئے۔ کافروں نے یہ جگہ خالی دیکھی تو خالد بن ولید نے ایک دستہ لے کر فوراً اس طرف سے حملہ کر دیا۔ اب لڑائی کا نقشہ ہی بدل گیا مسلمان جو اب تک لڑائی میں مشغول تھے۔ اس اچانک حملے سے ایسے بدحواس ہو گئے کہ آپس میں گتھ گئے۔ حضرت مصعبؓ آپ کے ہم شکل تھے۔ کافروں نے انھیں شہید کر دیا۔ اور پکار اٹھے کہ محمدؐ کو قتل کر دیا۔ (نعوذ باللہ) یہ سن کر مسلمانوں کے اور بھی ہوش اُڑ گئے۔ ہاتھ پیر پھول گئے اور آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا۔ اتفاقاً ایک صحابی کی نظر آپ پر پڑ گئی چلّا کر کہا "مسلمانو!

---

[1] لڑائی کے بعد ہاری ہوئی فوج کا مال اسباب "مالِ غنیمت" کہلاتا ہے اور اُسے لوٹنا لڑائی کے قانون کے مطابق جائز ہے۔

ہمارے رسول یہاں تشریف رکھتے ہیں۔" یہ سنتے ہی سب کی جان میں جان آئی۔ پروانوں کی طرح آپ کے چاروں طرف جمع ہوگئے کافروں نے بھی اس طرف ہجوم دیکھا تو ٹوٹ پڑے۔ مگر آپؐ کے گرد تو جاں نثار لوہے کی دیوار بن کر کھڑے ہوگئے تھے۔ پھر بھی آپ کچھ نہ کچھ زخمی ضرور ہوئے ایک کافر کسی طرح آپ تک پہنچ گیا اور چہرے پر تلوار کا وار کیا۔ آپ خود[1] پہنے ہوئے تھے۔ اس کی کچھ کڑیاں چہرے میں دھنس گئیں۔ ادھر دشمنوں نے پتھر برسانے شروع کئے۔ ایک پتھر آپ کے دہن مبارک پر آکر لگا۔ اور چار دانت شہید ہوگئے۔ حضرت فاطمہؓ نے تمام زخم دھوئے پیشانی کے زخم کا خون تھمتا نہ تھا۔ چٹائی جلا کر بھری تو کہیں جاکر بند ہوا۔

حضرت حمزہؓ کی شہادت

اس لڑائی میں ستّر صحابہ شہید ہوئے۔ شہادت پانے والوں میں حضرت حمزہؓ بھی تھے۔ کافروں کی فوج میں وحشی نام ایک غلام تھا۔ لڑائی سے پہلے اس کے آقا نے اس سے وعدہ کر لیا تھا کہ اگر اس نے حمزہ کو قتل کر دیا تو آزاد کر دیا جائے گا۔ لڑائی کے وقت وہ ان کی تاک میں بیٹھا تھا۔ جوں ہی وہ اس کے قریب آئے اس نے تاک کر نیزہ مارا کہ ناف میں جا لگا اور آر پار ہوگیا۔ حضرت حمزہؓ وہیں لڑکھڑا کر گرے اور شہید ہوگئے۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے انتقام کے جوش میں لاش کے ساتھ اس قدر وحشیانہ سلوک کیا کہ سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس نے پیٹ چاک کیا اور کلیجہ نکال کر

---

[1] لوہے کی ٹوپی، پرانے زمانے میں لڑائی کے موقع پر پہنتے تھے۔

چبانے لگی۔ نگلا نہیں گیا تو اُگل دیا۔ آپ نے چچا کی یہ حالت دیکھی تو بے انتہا صدمہ اور ملال ہوا۔

عورتوں کا صبر اور استقلال

ایک بی بی کا شوہر، بیٹا، باپ سب اس لڑائی میں شہید ہو گئے تھے۔ انھیں اس کی خبر دی گئی تو صرف اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ[1] پڑھا اور بے تابی سے آپؐ کی خیریت دریافت کرنے لگیں۔ جب بتایا گیا کہ آپ خدا کے فضل سے صحیح وسلامت ہیں، تو نہایت اطمینان کے لہجے میں کہا "پھر اس کے بعد سارے دُکھ درد اور مصیبتیں ہیچ ہیں۔"

حضرت صفیہؓ اپنے بھائی حضرت حمزہؓ کی لاش دیکھنے آئیں۔ آپ نے منع فرمایا۔ حضرت زبیرؓ نے انھیں روکا۔ مگر ان صابر بی بی نے کہا "مجھے معلوم ہے کہ میرے بھائی کی لاش بوٹی بوٹی کر دی گئی ہے۔ مگر یہ تو اللہ کے راستے میں معمولی قربانی ہے۔ بیٹا! میں اس پر رؤوں گی نہیں۔ بس دُعا پڑھ کر لوٹ جاؤں گی۔"

لڑائی کے وقت جب کہ دشمن نعوذ باللہ آپؐ کو شہید کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔ پتھر پھینک رہے تھے اور تیر برسا رہے تھے۔ آپؐ نے ان کے لئے کوئی بد دُعا نہ کی۔ بلکہ اس وقت بھی "رحمتِ عالم" کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے "اے خدا میری قوم کو ہدایت کر وہ جانتی نہیں۔"

جب لڑائی ختم ہوئی تو مسلمانوں کی فوج میں بہت سے زخمی تھے۔ لیکن ہمتیں

---

[1] ترجمہ: ہم اللہ کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

اب بھی تازہ تھیں۔ اور ستر مسلمانوں کی ایک جماعت قریش کے تعاقب میں فوراً روانہ کردی گئی۔ اسی وجہ سے قریش کو دوبارہ پلٹ پڑنے کا حوصلہ نہ ہوا۔

کافروں کی دوسری شرارتیں

اُحد کی لڑائی کے بعد کافروں کے حوصلے بہت بڑھ گئے تھے۔ عرب کے قبیلوں میں مسلمانوں کے خلاف پھر جوش پیدا ہو رہا تھا۔ ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ مدینے پر چڑھائی کرے۔ آپ کو پہلے ہی خبر مل جاتی تھی۔ آپ مدافعت[1] کے لئے فوج بھیج دیتے تھے اور کافروں کی کوششیں ناکام رہتی تھیں۔ مگر اب اُنھوں نے دھوکے اور فریب سے بھی کام لینا شروع کر دیا۔ وہ اسلام کے مبلغوں[2] کو یہ کہہ کر اپنے ساتھ لے جاتے تھے کہ ان سے اسلام کی تبلیغ کرائیں گے۔ مگر راستے میں دھوکے سے قتل کر ڈالتے تھے۔

نجد کے ایک قبیلے کا سردار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کچھ مسلمان میرے قبیلے میں اسلام پھیلانے کے لئے بھیج دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا "مجھے نجد والوں کی طرف سے خطرہ ہے۔" مگر اس نے کہا "میں ضامن ہوں۔" آپ نے ستر صحابہ ساتھ کر دئے۔ یہ لوگ نجد کے پاس ایک مقام پر ٹھہر گئے۔ اور آں حضرت کا خط عامر بن طفیل کے پاس بھیجا۔ اس نے غصّے میں آکر خط لے جانے والے کو قتل کر دیا اور اپنے اور دوسرے قبیلوں کے پاس آدمی دوڑا دیئے کہ فوراً تیار ہو کر آئیں۔

---

[1] مدافعت کا مطلب یہ ہے کہ اپنی طرف سے حملہ نہ کیا جائے بلکہ اپنی حفاظت کے لئے حملہ آور چڑھائی کرنے والوں کا مقابلہ کیا جائے۔

[2] وہ شخص جو مذہب پھیلانے کی کوشش کرتا ہے مبلغ کہلاتا ہے۔ تبلیغ کے معنی مذہب پھیلانا۔

یہ لوگ اپنے خط کے جواب کا انتظار کر رہے تھے کہ ایک ٹڈی دل فوج نے ان کو گھیر لیا اور سب کو وہیں شہید کر دیا۔ صرف ایک صحابی بچ رہے جنھوں نے آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ آپ کو اس حادثے سے اس قدر صدمہ ہوا کہ اتنا کبھی نہ ہوا تھا۔

حضرت خُبیبؓ اور حضرت زیدؓ

اِسی زمانے میں دو اور قبیلوں کے چند آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے قبیلے کے لوگ مسلمان ہو گئے ہیں۔ کچھ لوگوں کی ضرورت ہے جو انھیں اسلام کی باتیں سکھائیں۔ آپؐ نے دس آدمی ساتھ کر دیئے۔ بیچ راستے میں پہنچ کر ان لوگوں نے غداری کی۔ اور کچھ لوگوں کو اشارہ کر دیا کہ انھیں ختم کر دیں یک بیک دو سو آدمی اس چھوٹی سی نہتی جماعت پر ٹوٹ پڑے اور دو کے علاوہ سب کو شہید کر دیا۔ یہ دونوں بیچنے کے لئے مکّے لائے گئے۔ اِن میں سے ایک حضرت خُبیبؓ تھے۔ اور دوسرے حضرت زیدؓ۔ حضرت خبیبؓ نے اُحد کی لڑائی میں ایک کافر کو قتل کیا تھا۔ اس کافر کے لڑکے نے حضرت خبیبؓ کو خرید لیا۔ باپ کے بدلے میں اُنھیں قتل کرنے کی نیّت تھی۔ پھر انھیں اپنے گھر میں لے جا کر قید کر دیا۔ اور کئی روز تک بھوکا پیاسا رکھا۔ ایک دن گھر میں چھوٹا سا بچّہ چھری سے کھیل رہا تھا۔ حضرت خبیبؓ نے بچّہ کو اٹھا لیا اور چھری اس کے ہاتھ سے لے کر الگ رکھ دی۔ اس کی ماں نے جو یہ منظر دیکھا کہ بچّہ قیدی کی گود میں ہے۔ اور چھری پاس رکھی ہوئی ہے تو کانپ اُٹھی۔ حضرت خبیبؓ نے کہا "کیا تیرا خیال ہے کہ میں بچّے کو مار ڈالوں گا۔ تجھے معلوم نہیں کہ میں مسلمان ہوں۔ مسلمان کا یہ کام نہیں۔"

کچھ عرصہ کے بعد انھیں شہید کرنے کے لئے مکّے سے باہر لے گئے۔ قتل کے وقت انھوں نے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت مانگی۔ نماز پڑھ چکے تو کہا۔ "جی تو یہی چاہتا تھا کہ دیر تک پڑھتا رہوں۔ مگر خیال آیا کہ دشمن یہ نہ کہیں کہ موت سے ڈر رہا ہے"۔

ان کے قتل کا تماشا دیکھنے کے لئے بہت سے کافر جمع ہو گئے تھے۔ جب سولی پر جانے لگے تو کسی نے کہا "اب بھی محمدؐ کے دین سے توبہ کر دو چھوڑ دیئے جاؤ گے" انھوں نے کہا "جب اسلام ہی نہ رہا تو زندگی کس کام کی"۔

کافر نیزوں سے ان کا جسم چھیدنے لگے۔ ایک کافر نے ان کے جگر کو چھید کر کہا "اب تو چاہتے ہو گے کہ تم چھوٹ جاؤ اور محمدؐ پھنس جائے"۔ یہ سن کر وہ اللہ اور رسول پر جان قربان کرنے والا تلملا اٹھا۔ اور نہایت جوش سے کہا "خدا کی قسم! میں تو یہ بھی پسند نہیں کروں گا کہ میری جان بچانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے"۔ شہادت کے وقت حضرت خبیبؓ کی زبان پر جو شعر تھے ان کا ترجمہ یہ ہے۔

لوگوں کا گروہ میرے چاروں طرف کھڑا ہے۔ انھوں نے اپنی عورتوں اور بچّوں کو بھی (تماشا دیکھنے کے لئے) بلا رکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کفر اختیار کر لوں تو مجھے آزادی مل سکتی ہے۔ مگر اس سے سہل تو میرے لئے موت ہے۔ اس دین و دنیا کے مالک نے مجھ سے کوئی خدمت لینی چاہی ہے۔ اور مجھ سے صبر کے لئے فرمایا ہے۔ اب انھوں نے میرا تمام جسم چھلنی کر دیا ہے۔ اور مجھے کوئی امید باقی نہیں رہی ہے۔ میں اپنی عاجزی

بے وطنی اور بے کسی کی فریاد خدا سے کرتا ہوں۔ جب میں اسلام پر جان دے رہا ہوں تو میں یہ پرواہ نہیں کرتا کہ راہِ خدا میں کس پہلو پر گرتا اور کیوں کر جان دیتا ہوں۔ اگر خدا چاہے تو گوشت کے ہر ٹکڑے کو برکت عطا فرما سکتا ہے۔

دوسرے بزرگ حضرت زیدؓ کو صفوان بن امیہ نے قتل کے ارادے سے خریدا ان کی شہادت کے وقت بھی ابوسفیان اور قریش کے بڑے بڑے سردار تماشا دیکھنے کے لئے جمع ہوتے اور ان سے بھی اسی قسم کے سوالات کئے گئے۔ مگر اللہ کے اس پیارے بندے نے بھی اسی طرح کے جواب دیئے۔ آخر ایک غلام نے ان کی گردن اڑادی۔

یہودیوں کی شرارتیں

یہودیوں کی شرارتیں بھی روز بروز بڑھتی جا رہی تھیں۔ اسلام سے ان کو جلن سی ہو گئی تھی۔ مسلمانوں کو ذلیل کرنے کے لئے نئی نئی تدبیریں کرتے تھے۔ اب وہ اللہ رسول اور کلام پاک کا مذاق ہی نہیں اڑاتے تھے۔ بلکہ ایک نیا طریقہ اختیار کر رکھا تھا کہ صبح کو مسلمان ہوتے تھے اور شام کو اپنے دین کی طرف پھر جاتے تھے تاکہ اسلام کی ساکھ اکھڑ جائے۔ منافقوں سے ان کا بہت میل جول تھا اور ہمیشہ اُن کے ساتھ مل کر آپ کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے۔ آپ ان کے معاملہ میں ہمیشہ نرمی سے کام لیتے تھے۔ مگر یہ کسی طرح باز نہیں آتے تھے۔ مسلمانوں سے جو معاہدہ ہوا تھا اُسے توڑنے کے لئے کوئی نہ کوئی بہانہ ڈھونڈ رہے تھے۔

ایک بار ایک آوارہ یہودی نے کسی مسلمان خاتون کو چھیڑا۔ وہ مدد کے لئے چلائیں۔ ایک مسلمان نے غیرت کے جوش میں آکر اس یہودی کو قتل کر ڈالا، پھر کیا تھا تمام یہودی اس غریب مسلمان پر ٹوٹ پڑے اور شہید کر دیا۔ آپ کو خبر ہوئی تو موقع پر تشریف لائے۔ یہودیوں کو نصیحت کی اور کہا "خدا سے ڈرو ایسا نہ ہو تم پر بھی بدر کے لوگوں کی طرح عذاب نازل ہو" اُنھوں نے نہایت گستاخی کے لہجہ میں جواب دیا "کہ ہم قریش نہیں ہیں۔ ہم سے معاملہ پڑے گا تو سارا حال معلوم ہو جائے گا"

یہ دھمکی دے کر اُنھوں نے وہ معاہدہ جو آں حضرت کے مدینے آنے کے بعد ہوا تھا توڑ دیا۔ اور لڑائی کا اعلان کر دیا۔ مسلمان بھی لڑائی کے لئے آمادہ ہو گئے بزدل یہودی قلعہ بند ہو گئے پندرہ دن تک اسلامی لشکر قلعہ کو گھیرے رہا۔ آخر اُنھوں نے کہلا بھیجا کہ آں حضرت ہمارے حق میں جو فیصلہ کریں منظور ہے۔ آپؐ نے عبداللہ بن ابی منافق کی درخواست پر اُنھیں شام کی طرف جلا وطن[1] ہونے کا حکم دیا۔ اور سات سو یہودی مدینہ چھوڑ کر اذرعات چلے گئے۔

یہودیوں کے ایک اور قبیلے بنو نضیر نے معاہدہ ہی نہیں توڑا بلکہ نعوذ باللہ آپؐ کے قتل کی بھی کئی بار سازشیں کیں۔ اور آپ بال بال بچ گئے۔ آخر ان کے ساتھ بھی یہی معاملہ پیش آیا اور یہ بھی جلا وطن کر دیئے گئے۔

---

[1] جلا وطن کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو سخت جرم کی بنا پر اس کے وطن سے نکال دیا جائے۔

غزوۂ احزاب[1]

یہودیوں کا قبیلہ بنو نضیر خیبر نام ایک مقام پر جہاں یہودی پہلے سے آباد تھے جلاوطن کیا گیا تھا۔ وہاں اس کے سرداروں کی بہت آؤ بھگت ہوئی۔ خیبر کے رہنے والوں نے بھی اُنھیں اپنا سردار تسلیم کر لیا۔ ان یہودیوں نے خیبر پہنچ کر اور بھی آفت ڈھائی۔

عرب کے اکثر قبیلوں کو اُنھوں نے مسلمانوں کے خلاف بھڑکا دیا پہلے یہ مکّے میں قریش کے پاس گئے اور کہا اگر ہم سب مل کر چڑھائی کریں تو محمدؐ اور ان کی قوم تہس نہس ہو جائے گی۔ قریش تو اُدھار کھائے بیٹھے تھے۔ فوراً راضی ہو گئے۔ اسی طرح دوسرے قبیلوں کو بھی آں حضرتؐ کے خلاف اُبھارا اور تقریباً چوبیس ہزار کا لشکر اسلام اور مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کے ارادے سے مدینے کی طرف روانہ ہو گیا۔

آپ کو اس کی خبر ہوئی تو صحابہ سے مشورہ کیا حضرت سلمان فارسیؓ کی تجویز پر شہر کے گرد خندق کھودی گئی۔ خندق کھودنے میں صحابہ کے ساتھ آپ بھی شریک تھے۔

---

[1] احزاب حزب کی جمع ہے۔ حزب کے معنی جماعت یا قبیلے کے ہیں۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کے خلاف بہت سی جماعتوں اور قبیلوں نے حصّہ لیا تھا۔ اسی لئے اس کا نام جنگ احزاب پڑ گیا۔ اور چونکہ مسلمانوں نے اس لڑائی میں شہر کی حفاظت کے لئے اس کے ارد گرد خندق کھودی تھی اس لئے اس کا نام غزوۂ خندق بھی ہے۔

صحابہ رجز پڑھتے جاتے تھے، آپ بھی اُن کا ساتھ دیتے تھے۔

یہودیوں کے ایک قبیلہ بنو قُریظہ نے اس جنگ میں بنی نضیر کا ساتھ نہیں دیا تھا کیونکہ بنی قریظہ آں حضرت صلعم سے معاہدہ کر چکے تھے اور وہ بلا سبب اس کو توڑنا نہیں چاہتے تھے لیکن یہودیوں کے ایک شاعر بن اخطب نے اپنی چرب زبانی سے قریظہ کو بنی نضیر کا ہم خیال بنا کر مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کر لیا۔ رسول اللہ صلعم کو معلوم ہوا تو آپ نے معاملہ کی تحقیقات کے لئے آدمی بھیجے۔ یہ لوگ واقعتہً گل چکے تھے۔ اس لئے ہر بات کا جواب نہایت بے رُخی سے دیا۔ اور دشمن کی فوج میں شامل ہو گئے۔

مسلمانوں کی فوج تین ہزار سے زیادہ نہ تھی، اس میں سے بھی کچھ لوگوں کو شہر کی حفاظت کے لئے مختلف حصّوں میں بھیجنا پڑا۔

کافر ایک مہینے تک شہر کو گھیرے رہے، خندق کی وجہ سے اندر نہیں آسکتے تھے۔ ایک دن کچھ لوگ ہمت کر کے خندق کے پار آگئے مگر مسلمانوں نے انھیں مار کر بھگا دیا۔ اور اُن کا ایک بہت بڑا سردار عمرو بن عبدوُد جو ایک ہزار جوانوں کے برابر سمجھا جاتا تھا حضرت علیؓ کے ہاتھ سے مارا گیا۔

مسلمان کچھ تو یوں بھی غریب تھے۔ پھر اس محاصرے کی وجہ سے کوئی چیز باہر سے نہیں پہنچتی تھی اس لئے اور بھی تکلیف اور پریشانی کا سامنا ہوا۔ صحابہ پر اور خود آپؐ پر دو دو تین تین فاقے گذر جاتے تھے۔ بے چارے پیٹ پر پتھر باندھ کر کام کرتے تھے جاڑے کی شدّت نے حالت اور بھی زبوں کر دی تھی، ایک دفعہ صحابہ کا بھوک کے مارے بُرا حال تھا۔ کچھ لوگوں نے اپنا پیٹ کھول کر دکھایا۔ دو دو پتھر بندھے

تھے مگر حضورؐ نے اپنا پیٹ کھول کر دکھایا تو تین پتھر بندھے تھے، مگر ان مصیبتوں پر بھی وہ ثابت قدم رہے، البتہ منافق اپنے گھروں کی حفاظت کا بہانہ کرکے کھسک گئے۔

اِدھر دشمن کی فوج میں سخت بے دلی پھیل گئی۔ باوجود سخت کوشش کے وہ مسلمانوں کو کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکے تھے اور پورے ایک مہینے سے بیکار پڑے تھے۔ اور اب اُن کے لئے چوبیس ہزار فوج کے لئے سامان فراہم کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ ایک آسمانی مصیبت یہ نازل ہوئی کہ ایک دن شام کو بڑے زور کی آندھی آئی۔ تمام خیمے اُکھڑ گئے۔ اور سب ہانڈیاں اُلٹ گئیں۔ سردی کا موسم تھا کڑاکے کا جاڑا پڑ رہا تھا ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے بدن میں برچھیاں سی لگتی تھیں۔

ان سب سے بڑھ کر یہ صورت پیش آئی کہ قریش اور بنی غطفان بنو قُریظہ کو ساتھ نہ مِلا سکے اور اُن میں باہم پھوٹ پڑ گئی اس لئے قریش بد دل ہو گئے۔ فوج کے سب سے بڑے سردار ابوسفیان نے اس حالت میں ٹھہرنا بے کار سمجھا اور ایک صبح کو کوچ کا حکم دے دیا تھوڑی دیر میں میدان صاف ہو گیا۔ دشمنوں کی ساری کوششیں اکارت گئیں۔ اور اللہ نے اپنے محبوب بندوں کی لاج رکھ لی۔

اس لڑائی کے زمانے میں ایک مسلمان بی بی حضرت صفیہ نے بڑی بہادری دکھائی ایک یہودی حملہ کرنے کے لئے مناسب موقع کی تلاش میں اِدھر اُدھر منڈلا رہا تھا۔ اس پر اِن بی بی کی نظر پڑ گئی، انھوں نے خیمے کی چوب اکھاڑ کر اس زور سے ماری کہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ پھر اس کے ہتھیار نکال لئے اور سر کاٹ کر دوسری طرف پھینک دیا۔ یہودی سمجھے کہ یہاں مسلمان محافظ موجود ہیں اور بھاگ کھڑے ہوئے۔

بنو قریظہ[1] کا خاتمہ

بنو قریظہ نے مسلمانوں کے خلاف لڑائی میں شریک ہو کر اپنا عہد توڑ دیا تھا۔ معاہدے کی رو سے ان کا فرض تھا کہ وہ باہر کے دشمنوں کے خلاف مسلمانوں کا ساتھ دیتے۔ نیز مسلمانوں کے سخت ترین دشمن حُیَیّ بن اخطب شاعر کو اپنے یہاں ٹھہرایا تھا۔ لڑائی سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے اُن سے اُس کی وجہ دریافت کی مگر بجائے کوئی جواب دینے کے وہ قلعہ بند ہو گئے۔ اور لڑائی کی تیاریاں کرنے لگے۔ مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ آخر اُنھوں نے مجبور ہو کر کہلا بھیجا کہ سعد بن معاذ ہمارے بارے میں جو فیصلہ کریں ہمیں منظور ہے، حضرت سعد بن معاذ بہت بڑے صحابی تھے اور اس قبیلے کے سردار تھے جو یہودیوں کا حلیف[2] تھا۔ اس لئے اُنھیں اُمید تھی کہ سعد ضرور ہماری رعایت کریں گے۔ مگر حضرت سعد بن معاذ نے پورے انصاف سے کام لیا۔ اور خود یہودیوں کی کتاب توریت کے مطابق فیصلہ کیا، یعنی اس قبیلہ کے تمام نوجوان قتل کر دیئے جائیں اور عورتیں اور بچے لونڈی اور غلام بنائے جائیں۔

یہ بے وقوف خود آپ پر فیصلہ چھوڑ دیتے تو "رحمتِ عالم" ضرور رحم فرماتے مگر ان کی قسمت میں تو ہلاکت اور بربادی لکھی تھی۔

---

[1] یہودیوں کا قبیلہ جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔

[2] دو قبیلوں میں آپس میں دوستی اور معاہدہ ہو جاتے تو یہ دونوں ایک دوسرے کے حلیف کہلاتے ہیں۔

مکّے کا سفر

غزوۂ احزاب کے بعد قریش کا زور بہت گھٹ گیا تھا دوسرے قبیلے بھی کچھ مایوس ہو چکے تھے۔ مگر اِکّا دُکّا حملے برابر جاری تھے۔ لوگ شرارتوں سے باز نہ آتے تھے۔ اِن شورشوں کو دبانے کے لئے کبھی آپ خود تشریف لے جاتے اور کبھی صحابہ کو بھیج دیتے تھے۔ کوئی سال بھر تک یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔

مسلمانوں کو مکّے سے نکلے ہوئے اب کوئی چھ برس ہو گئے تھے، کچھ تو پرانے وطن کا خیال، بعض صحابہ کے بال بچّے ابھی تک وطن ہی میں تھے، کچھ اُن کی محبت اور کچھ کعبے کی زیارت کا شوق غرض لوگ مکّے جانے کے لئے بے چین تھے۔ اُدھر انصار بھی کافروں کے ڈر سے ہجرت کے بعد حج کو نہیں جا سکے تھے وہ بھی اللّٰہ کے گھر کی زیارت کے لئے بے تاب تھے۔

صحابہ کا یہ شوق اور بے تابی دیکھ کر سرکارِ دوعالم بھی آمادہ ہو گئے اور چودہ سو صحابہ کا قافلہ مکّے کی جانب روانہ ہو گیا۔ قربانی کے لئے اونٹ لے لئے گئے۔ کہ کافروں کو لڑائی کا شبہ نہ ہو۔ ہتھیاروں میں سوائے تلوار کے کوئی چیز ساتھ نہ تھی۔

مکّے میں آپؐ کے تشریف لانے کی خبر پہنچی تو کھل بلی مچ گئی۔ کافروں کا جوش پھر بھڑک اُٹھا۔ اُنھوں نے طے کر لیا کہ ہم محمدؐ کو مکّے میں کبھی نہ آنے دیں گے۔ لڑائی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ خالد بن ولید کی سرداری میں ایک فوج بھی بھیجی گئی آپؐ کو یہ سب خبریں ملتی رہتی تھیں۔ مگر آپ لڑائی کے ارادے سے تو نکلے نہ تھے اس لئے عام راستہ چھوڑ کر دوسرے راستے سے نکل آئے اور مکّے سے ایک منزل اِس طرف

حُدَیبیہ نام ایک مقام پر ٹھہر گئے۔

قریش تو اب بھی بڑے جوش میں تھے مگر ان میں کچھ سمجھ دار لوگ بھی تھے انھوں نے ایک شخص کو آپؐ سے گفتگو کرنے کے لئے بھیجا۔ مگر اس گفتگو کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور یہ شخص واپس چلا گیا۔ اس نے اپنے لوگوں میں جا کر کہا "میں نے کسریٰ[1] اور قیصر[2] کے دربار بھی دیکھے ہیں مگر جو عزت محمدؐ کے ساتھی محمدؐ کی کرتے ہیں۔ وہ میں نے کہیں نہیں دیکھی وہ جس وقت منھ ہاتھ دھوتے ہیں تو پانی نیچے نہیں گرنے پاتا' لوگ چلّوؤں میں لے لیتے ہیں۔ اور منھ پر ملتے ہیں۔ ابھی تک گفتگو ختم نہ ہوئی تھی۔ اس لئے رسول اللہؐ نے پھر اپنا ایک آدمی قریش کے پاس بھیجا۔ قریش نے اس کی سواری کا اونٹ مار ڈالا۔ اور خود اس قاصد کا کام تمام کرنا چاہتے تھے۔ لیکن کچھ لوگوں نے اس کو بچا لیا۔ اس کے بعد قریش نے ایک دستہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ مسلمانوں نے اس دستہ کو گرفتار کر لیا۔ لیکن حضور رحمتہ اللعالمین نے ان سب کو چھوڑ دیا۔

بیعتِ رضوان

اس کے بعد آپؐ نے قریش سے بات چیت کرنے کے لئے حضرت عثمانؓ کو بھیجا ظالموں نے اُنھیں قید کر لیا۔ اِدھر مسلمانوں میں یہ خبر اُڑ گئی کہ حضرت عثمانؓ شہید کر دیئے گئے۔ اس خبر سے آپؐ کو رنج ہوا اور فرمایا کہ عثمان کے خون کا بدلہ لینا فرض ہے۔ مسلمانوں میں بھی اس خبر سے بہت جوش پیدا ہو گیا تھا۔ آپ نے ایک ببول کے

---

[1] ایران کا بادشاہ　　[2] روم کا بادشاہ

درخت کے نیچے بیعت لی کہ اگر جنگ کی ضرورت ہوئی تو ثابت قدم رہیں گے تمام صحابہ
نے نہایت آمادگی اور جوش کے ساتھ بیعت کی۔ یہ بیعت درخت کے نیچے لی گئی تھی۔
اس لئے اسے بیعۃ الشجرۃ (درخت کی بیعت) کہتے ہیں اور چونکہ اللہ نے اس پر اپنی
خوشی ظاہر کی تھی۔ اس لئے بیعت رضوان بھی نام پڑ گیا۔ بعد میں حضرت عثمانؓ کی
شہادت کی خبر غلط نکلی۔

صلح

اب کافروں نے اپنے ایک نامی اور مشہور شخص سہیل کو گفتگو کے لئے بھیجا۔ اس
نے بہت دیر تک آپؐ سے بات چیت کی۔ کافروں کا سب سے بڑا مطالبہ یہ تھا کہ
مسلمان اس سال حج نہ کریں۔ آخر بڑی رد و کد کے بعد سمجھوتا ہو گیا۔ اور شرطیں
یہ قرار پائیں۔

(۱) مسلمان اس سال حج نہ کریں۔
(۲) دوسرے سال آئیں اور صرف تین دن ٹھہر کر چلے جائیں۔
(۳) سوائے تلوار کے کوئی چیز ساتھ نہ لائیں۔
(۴) مکے میں جو مسلمان پہلے سے رہتے ہیں ان میں سے کسی کو ساتھ نہ لے جائیں۔
اور مسلمانوں میں سے کوئی مکے میں رہ جانا چاہے تو اسے نہ روکیں۔
(۵) کافروں یا مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر مدینے جائے تو واپس کر دیا جائے لیکن
اگر کوئی مسلمان مکے میں آ جائے تو واپس نہیں کیا جائے گا۔
(۶) تمام قبیلوں کو اس بات کی آزادی ہو گی کہ خواہ مسلمانوں سے معاہدہ کریں

یا اہلِ مکہ سے۔

(۷) ایک شرط یہ بھی تھی کہ ایک فریق دوسرے فریق کے حلیف کی حمایت میں تلوار نہ اُٹھائے۔

اِن شرطوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے دب کر صلح کی ہے مسلمانوں کو یہ بات بہت ناگوار معلوم ہوئی۔ اتفاق سے ایک واقعہ بھی پیش آ گیا۔ اس سے مسلمانوں کی تکلیف اور بڑھ گئی۔

جس وقت شرطیں لکھی جا رہی تھیں خود سہیل کے صاحبزادے ابو جندل مکے سے آئے۔ پیروں میں زنجیریں تھیں۔ جسم پر زخموں کے نشان تھے۔ کافروں نے انھیں بُری طرح مارا تھا۔

سہیل نے کہا معاہدے کی شرط کے مطابق ابو جندل کو میرے حوالے کیا جائے۔ یہ بڑا نازک وقت تھا۔ ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں سے فریاد کر رہا تھا۔ اور پناہ ڈھونڈ رہا تھا مسلمانوں کا خون جوش کھا رہا تھا۔ مگر کیا کرتے مجبور تھے۔ آپ نے کئی بار سہیل سے اصرار کیا کہ انھیں یہیں رہنے دو۔ مگر وہ نہ مانا۔ آخر آپؐ نے ابو جندل سے فرمایا۔

"ابو جندل صبر اور ضبط سے کام لو۔ اللہ تمھارے اور دوسرے مظلوموں کے لئے کوئی راستہ نکالے گا۔ صلح ہو چکی ہے اور ہم بدعہدی نہیں کر سکتے"۔

ابو جندل نے حسرت بھری نگاہوں سے مسلمانوں سے کو دیکھا اور چار و ناچار واپس چلے گئے۔ حضرت عمرؓ سے نہ رہا گیا جھلاتے ہوئے آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا۔

"یا رسُول اللہ آپ نبی ہیں"

"بے شک ہوں"

"کیا ہم حق پر نہیں؟"

"ہاں ہم حق پر ہیں"

"پھر ہم دین کے معاملہ میں دب کر کیوں صلح کریں"

"میں خدا کے حکم کی نافرمانی نہیں کرسکتا۔ خدا میری مدد کرے گا"

حضرت عمرؓ کو بعد میں اس بے باکی سے گفتگو کرنے کا ہمیشہ ملال رہا۔ اور اس کے کفارے میں برابر نمازیں پڑھتے اور روزے رکھتے رہے۔ اس صلح سے مسلمان اس قدر دل شکستہ ہوئے کہ جب رسُول اللہ نے ان کو قربانی کا حکم دیا تو شدتِ غم میں ایک شخص بھی آمادہ نہ ہوا۔ یہ دیکھ کر پہلے آپؐ نے قربانی کی اور بال مُنڈوائے، آپ کو دیکھ کر پھر سب مسلمانوں نے قربانی کرکے احرام[1] اُتارا۔

کھلی ہوئی فتح

صلح کے دو روز کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا — ہم نے تمھیں کھلی ہوئی فتح عنایت کی۔

یہ آیت آپؐ نے حضرت عمرؓ اور دوسرے مسلمانوں کو سنائی تو انھیں تسکین ہوئی۔ بعد کے واقعات سے مسلمانوں کو پتہ چلا کہ یہ صلح کس مصلحت سے کی گئی تھی اور اسلام

---

[1] احرام وہ بے سلا کپڑا ہے جسے مسلمان حج میں باندھتے اور اوڑھتے ہیں۔

کو اس سے کتنا فائدہ پہنچا۔

اول تو یہ کہ مسلمانوں کو قریش کی طرف سے بڑی حد تک اطمینان ہوگیا۔ اور ان کے کاموں میں پہلے سے زیادہ سہولتیں پیدا ہوگئیں۔ دوسرے یہ کہ معاہدے کی وجہ سے اب مکے اور مدینے کے لوگوں میں آنے جانے کی کوئی روک ٹوک نہ رہی اور دوسری باتوں کے علاوہ آپس میں اسلام کا بھی چرچا ہونے لگا۔ لوگوں کو ٹھنڈے دل سے اسلام کی سچائی پر غور کرنے کا موقع ملا مسلمانوں کے نورانی چہرے، پاکیزہ عادتیں عمدہ اخلاق دیکھ دیکھ کر کافروں کے دل میں خود بخود اسلام کی محبت بیٹھتی جاتی تھی یہی وجہ تھی کہ اس عرصے میں بہت تیزی سے لوگ مسلمان ہونے لگے۔ حضرت خالد بن الولید اور عمرو بن عاص اسی زمانے میں اسلام لائے۔ یہ دونوں بڑے بہادر سپاہی تھے۔ احد کی لڑائی میں حضرت خالد کی وجہ سے مسلمانوں کو شکست ہوئی تھی۔ مسلمان ہونے کے بعد ان کی بہادری کے اور بھی جوہر کھلے۔

جو لوگ مکے میں مسلمان ہوگئے تھے اور کسی مجبوری کی وجہ سے ہجرت نہ کرسکے تھے کافر انھیں طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تھے۔ انہی مصیبت زدوں میں سے ایک صاحب ابوبصیرؓ تکلیفوں سے گھبرا کر کسی طرح مدینے چلے آئے ان کے پیچھے پیچھے قریش کے دو آدمی پہنچے اور معاہدہ کی شرط کے مطابق ان کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ آپ نے مجبور ہو کر انھیں واپس کر دیا۔ راستے میں اُنھوں نے ایک کافر کو قتل کر دیا۔ دوسرا بھاگ گیا۔ اور یہ خود سمندر کے کنارے ایک مقام پر آباد ہوگئے۔ مکے کے مصیبت زدہ مسلمانوں کو جب خبر ہوئی کہ ایک پناہ کا ٹھکانا مل گیا ہے۔ تو سب وہاں جا جا کر جمع ہوگئے۔ اور ایک اچھا خاصا گروہ اکٹھا ہوگیا۔ اتفاق سے قریش کے تجارتی

قافلے اسی راستے سے شام کو جاتے تھے۔ یہ لوگ ان تجارتی قافلوں کا مال و اسباب چھین لیتے۔ اسی پر ان کی گذر ہوتی تھی۔ قریش کو اس سے بڑی پریشانی ہوئی۔ مجبور ہو کر یہ شرط معاہدے سے نکلوا دی۔ اور رسول اللہؐ نے ان بے خانماں مسلمانوں کو مدینے بلوا لیا۔

بادشاہوں کے نام اسلام کی دعوت

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف مکے، مدینے یا ملک عرب کے لئے تو نبی بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔ اللہ کی یہ رحمت تو ساری دنیا کے لئے تھی۔ حدیبیہ کی صلح کے بعد جب قریش کی مخالفت اور یہودیوں کی شرارتوں سے کچھ اطمینان ہوا تو آپؐ نے سب سے پہلے اس طرف توجہ فرمائی کہ اسلام کا پیام تمام دنیا کو پہنچایا جائے۔ اور یہ برکت جو اب تک صرف عرب تک محدود تھی۔ تمام انسانوں کے لئے عام کر دی جائے۔ اس غرض کے لئے آپؐ نے مختلف بادشاہوں کے نام دعوت نامے بھیجے۔ نمونے کے طور پر ایک دعوت نامہ ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔ یہ خط روم کے بادشاہ ہرقل کے نام بھیجا گیا تھا۔

> بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمدؐ کی طرف سے جو اللہ کا بندہ اور رسول ہے یہ خط ہرقل کے نام ہے جو روم کا بادشاہ ہے۔ اس کو سلامتی ہو جو سیدھے اور سچے راستے پر چلے۔ میں تم کو اسلام کی طرف بلاتا ہوں۔ اسلام لاؤ تو سلامت رہو گے خدا تم کو دونا اجر دے گا۔ اور اگر تم نے انکار کیا تو تمھاری رعایا کی گمراہی کا عذاب بھی تمھارے سر ہو گا۔ اے اہل کتاب ایسی بات کو قبول کر لو جو ہم میں تم میں دونوں میں موجود ہے۔ وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی کو نہ پوجیں اور ہم میں سے کوئی (ایک اللہ کے سوا) کسی دوسرے کو خدا نہ بنائے اور اگر یہ نہیں

مانتے تو گواہ رہنا کہ ہم مانتے ہیں۔"

تمام بادشاہوں کے نام اسی قسم کے خط روانہ کئے گئے۔ حبشہ کا بادشاہ تو پہلے ہی مسلمانوں پر مہربان تھا۔ اس خط کے دیکھتے ہی مسلمان ہوگیا۔ عرب کے بہت سے سرداروں نے بھی اسلام قبول کیا۔ اور ان کے ساتھ اُن کی رعایا بھی مسلمان ہوگئی۔ مصر کا بادشاہ مسلمان تو نہیں ہوا مگر مخالفت بھی نہیں کی۔ اور دو شریف لڑکیاں اور ایک قیمتی خچر تحفے میں بھیجے۔ روم کے بادشاہ ہرقل نے قاصد (خط لانے والے) کی بہت عزت کی۔ اس کے دل میں ایمان کی روشنی آچکی تھی مگر پادریوں اور مذہبی عالموں کے ڈر سے مسلمان نہیں ہوا۔

ایران کے بادشاہ کے پاس جس وقت یہ خط پہنچا تو اس نے پڑھوا کر سنا عرب کے قاعدے کے مطابق پہلے آں حضرتؐ پھر اس کا نام تھا بس اس بات پر آپے سے باہر ہوگیا۔ طیش میں آکر خط کے پرزے پرزے کر دیئے۔ آپ کو جب اس کی اطلاع ملی تو فرمایا "اسی طرح اس کی سلطنت کے بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں گے۔" تھوڑے ہی عرصہ کے بعد آپ کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔ اور اس کی سلطنت کا نام ونشان مٹ گیا۔

غزوۂ خیبر

خیبر کے یہودی مسلمانوں کے لئے ایک مصیبت بن گئے تھے۔ اسلام کی شاندار ترقی دیکھ کر حسد کی آگ میں آپ ہی آپ جلے مرتے تھے خندق کی لڑائی انہی کی شرارتوں کا نتیجہ تھی۔ مگر اس میں اُنھیں سخت ناکامی ہوئی۔ اس سے اُن کے

غصّے اور حسد کی آگ اور بھی بھڑک اُٹھی۔ اُن کے پاس دس نہایت مضبوط قلعے تھے۔ بیس ہزار فوج تھی۔ اس پر اُنھیں بڑا گھمنڈ تھا۔ اُنھوں نے فیصلہ کرلیا کہ مدینے پر چڑھائی کرکے اسلام کی طاقت کو توڑ دیں گے۔ اُن کے سرداروں نے آس پاس کے قبیلوں میں دورہ کرکے بڑے بڑے قبیلوں کو اپنی مدد کے لئے آمادہ کرلیا۔ آں حضرتؐ کو ان تیاریوں کی خبر ملی تو آپ نے خیال کیا کہ اتنی بڑی فوج کو مدینے تک آنے کا موقع نہ دینا چاہیے۔ آپؐ اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر سولہ سو مسلمانوں کو لے خیبر کی طرف روانہ ہوگئے۔ یہودیوں کو منافقوں کے ذریعے آپ کے آنے کی خبر ہوگئی تھی۔ اور اُنھوں نے طے کرلیا تھا کہ کھلے میدان میں لڑائی لڑیں گے۔ مگر آپؐ اس تیزی سے خیبر پہنچے کہ دوسرے قبیلوں کی فوجیں اُن کی مدد کو نہ پہنچ سکیں۔ مجبوراً وہ قلعہ بند ہوگئے۔ اُنھیں اپنے قلعوں پر بہت بھروسا تھا۔ مگر اللہ اور رسولؐ کے مٹھی بھر جاں نثاروں کے سامنے ان کی ایک نہ چلی اور تھوڑے ہی دنوں میں کئی قلعے فتح ہوگئے۔ صرف ایک قلعہ رہ گیا۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی کوششیں بھی اس کے فتح کرنے میں ناکام رہیں۔ آخر آپ نے حضرت علیؓ کو اس کام کے لئے منتخب کیا۔ اُنھوں نے قلعے کے سردار مرحب کو قتل کردیا۔ اور ایک سخت مقابلے کے بعد قلعہ فتح ہوگیا۔ یہودیوں کی ہمتیں ٹوٹ گئیں۔ اور دوسرے قلعے والوں نے بھی ہتھیار ڈال دئے۔ صلح اس شرط پر ہوئی کہ یہودیوں کا تمام مال اسباب تاوان میں لیا جائے۔ اور خیبر کی پیداوار میں آدھا حصّہ مسلمانوں کا ہوگا جو سال بسال ملتا رہے گا۔

موتہ کی لڑائی

شام کے علاقے میں شرجیل بن عمرو ایک عرب عیسائی سردار تھا اور روم کے بادشاہ قیصر کے ماتحت حکومت کرتا تھا۔ آں حضرت صلعم نے بادشاہوں کے نام جب دعوت اسلام کے خطوط بھیجے تھے۔ تو ایک خط شرجیل کے نام بھی بھیجا تھا۔ یہ خط دیکھ کر وہ بہت برہم ہوا۔ اور جو صحابی خط لے کر گئے تھے انھیں شہید کر دیا۔ یہ ایک ذلیل حرکت تھی۔ کوئی حکومت سخت دشمنی پر بھی قاصد (خط لانے والے) کے ساتھ بُرا سلوک نہیں کرتی۔ آپ نے اس کی سزا دینے اور اُن صحابی کا بدلہ لینے کے لئے تین ہزار مسلمانوں کی ایک فوج اس کے مقابلے کے لئے بھیجی۔ حضرت زید بن حارثہ کو (جنھیں آزاد کر کے آپ نے اپنا بیٹا بنا لیا تھا) اس فوج کا سردار بنایا اور ہدایت کی کہ زید شہید ہوں تو جعفر طیار اور وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ فوج کے سردار ہوں۔

اِدھر شرجیل کو خبر ہوئی تو اس نے قیصر کی مدد سے ایک لاکھ فوج اکٹھا کر لی۔ اب تین ہزار اور ایک لاکھ کا مقابلہ تھا۔ مگر مسلمان بڑی بہادری اور جوش سے لڑے حضرت زید کے ہاتھ میں جھنڈا تھا۔ وہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ تو حضرت جعفر نے عَلَم (جھنڈا) اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ وہ بھی نوّے زخم کھا کر شہید ہو گئے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ نے ان کی جگہ لی۔ وہ بھی بہت بہادری سے لڑتے لڑتے شہید ہوئے۔ اب حضرت خالد بن ولید لشکر کے سردار بنے۔ انھوں نے اپنی بہادری کے پورے جوہر دکھائے۔ اس روز آٹھ تلواریں اُن کے ہاتھ سے ٹوٹیں۔

اُن کی اس بہادری سے دشمنوں پر ہیبت چھا گئی۔ دوسرے دن پھر اُسی جوش اور جواں مردی سے اُنھوں نے مقابلہ کیا۔ اور دشمنوں کے قدم اُکھاڑ دیئے۔ مگر تین ہزار فوج ایک لاکھ ٹڈی دل کا کہاں تک مقابلہ کرسکتی تھی۔ حضرت خالدؓ نے یہی مناسب خیال کیا کہ فوج کو صحیح سلامت لے کر مدینے واپس آجائیں۔ چنانچہ باقی ماندہ مسلمانوں کو دشمنوں کے نرغے سے بچا کر نکال لائے۔ رسُول اللہ صلعم کو ان سب صحابہؓ کی شہادت کی خبر ملی تو بہت صدمہ ہوا۔ حضرت زیدؓ آپ کے متبنّٰی (منہ بولے) بیٹے اور حضرت جعفر چچا زاد بھائی تھے۔ اور آپ کو اُن سے بہت محبت تھی۔ حضرت خالدؓ کو اس غیر معمولی بہادری کی وجہ سے آپ نے سیف اللہ یعنی اللہ کی تلوار کا لقب دیا۔

مکّے کی فتح

حدیبیہ میں مسلمانوں نے قریش سے صلح کرلی تھی اور یہ طے ہو گیا تھا کہ دس برس تک ایک دوسرے کے خلاف تلوار نہیں اُٹھائیں گے۔ صلح کی ایک شرط کے مطابق تمام قبیلوں کو آزادی دے دی گئی تھی کہ مسلمانوں سے یا قریش سے جس سے چاہیں معاہدہ کرلیں۔ اور یہ بھی طے پایا تھا کہ ایک فریق دوسرے فریق کے حلیف کے خلاف تلوار نہیں اُٹھائے گا۔ اسی بنا پر قبیلۂ بنی بکر قریش کا اور قبیلۂ خُزاعہ مسلمانوں کا طرفدار (حلیف) بن گیا تھا۔ ان دونوں قبیلوں میں پہلے سے دشمنی چلی آتی تھی۔ اب تک تمام قبیلوں کی مخالفت اور زور مسلمانوں کی طرف تھا۔ حدیبیہ کے سمجھوتے کی وجہ سے ذرا سکون ہوا تو پرانی دشمنی پھر تازہ ہو گئی اور دونوں میں لڑائی کا بازار گرم ہو گیا۔ قریش نے صلح حدیبیہ کا ذرا پاس نہ کیا۔ اس معاہدے کی رُو سے اُنھیں الگ تھلگ رہنا چاہیے تھا یا دونوں میں

صلح کرا دینی چاہیئے تھی۔ مگر اُنھوں نے تو چوری چھپے اپنے طرفدار قبیلے کی پوری مدد کی۔ قبیلہٗ خُزاعہ کے لوگ دو دشمنوں کا کہاں تک مقابلہ کر سکتے تھے۔ بے چاروں نے جان بچانے کے لئے حرم میں پناہ لی۔ مگر ظالموں نے وہاں بھی اُن کا پیچھا نہ چھوڑا۔ اور حرم کی زمین میں جہاں لڑائی بھڑائی حرام سمجھی جاتی تھی اُنھیں بُری طرح قتل کیا۔

اس مظلوم قبیلے کے بچے کھچے لوگوں نے مدینے پہنچ کر آپ سے فریاد کی۔ قریش کا یہ ظلم اور بدعہدی دیکھ کر آپؐ کو بہت افسوس ہوا اور فرمایا "اے خدا اگر میں ان مظلوموں کی مدد نہ کروں تو تو کبھی میری مدد نہ کیجو۔"

آپؐ نے قریش سے کہلا بھیجا کہ قبیلہٗ خزاعہ کے جو لوگ قتل ہوئے ہیں۔ یا تو ان کے خون کی قیمت (خون بہا) دو یا قبیلہٗ بنی بکر سے علیحدگی اختیار کی جائے یا پھر اعلان کیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔ مکّے سے جواب آیا کہ تیسری شرط منظور ہے۔ لیکن جب قاصد چلا گیا تو اُنھیں اپنی بات پر پشیمانی ہوئی اور ابوسفیان کو مدینے بھیجا کہ پرانے معاہدے کو برقرار رکھا جائے۔ مگر آپؐ نے اُسے نامنظور کر دیا۔ اِدھر آپؐ نے لڑائی کی تیاری کا حکم دے دیا اور تاکید کر دی کہ قریش کو اس کی خبر نہ ہونے پائے۔

دس رمضان کو آپ دس ہزار مسلمانوں کی فوج لے کر نکلے۔ راستے میں مسلمان قبیلے آ آ کر ملتے جاتے تھے۔ تھوڑے دنوں میں آپ مکّے کے قریب پہنچ گئے اور مرہ ظہران میں پڑاؤ ڈال دیا۔

قریش نے لڑائی کا اعلان تو کر دیا تھا۔ مگر سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کی قوت بہت بڑھ گئی ہے۔ اور ہم میں اُن سے لڑنے کی سکت باقی نہیں اس لئے اپنی حماقت پر

بہت پشیمان تھے اب جو انھیں یکبارگی خبر ملی کہ مسلمانوں کا لشکر قریب آگیا تو اور بھی پریشان ہوئے ابوسفیان اور دوسرے سردار صحیح خبریں لانے کے لئے بھیجے گئے۔ تھوڑی دور پہنچ کر انھیں میلوں تک آگ ہی آگ روشن نظر آئی۔ دیکھ کر سہم گئے اور ڈرتے ڈرتے لشکر اسلام میں پہنچے۔ حضرت عمرؓ نے ابوسفیان کو کہیں دیکھ پایا۔ چاہتے تھے کہ وہیں تلوار سے ختم کر دیں۔ مگر حضرت عباسؓ نے بچا لیا۔ اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی جان بخشی کی درخواست کی۔

یہ وہی ابوسفیان تھا جس نے ابوجہل کے بعد اسلام کو مٹانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا تھا۔ کئی بار مدینے پر چڑھائی کی تھی۔ مدینے کے یہودیوں اور منافقوں کو مسلمانوں کے خلاف ابھارتا رہتا تھا۔ احد اور خندق کی لڑائی میں فوج کا افسر تھا۔ ایسے شخص کی کم سے کم سزا یہی ہو سکتی ہے۔ کہ گردن اڑا دی جائے مگر "سرکار دوعالم" کا رحم وکرم دیکھئے کہ اسلام کے ایسے بڑے دشمن کو معاف کر دیا۔ یہی نہیں بلکہ اتنی عزت دی کہ جو شخص اُن کے گھر میں پناہ لے گا اسے امن دیا جائے گا۔ ابوسفیان پر آپ کی اس مہربانی اور فراخ دلی کا بہت اثر ہوا۔ اور اسی وقت مسلمان ہو گئے۔

مکے میں داخلہ

صبح کو مسلمانوں کا یہ عظیم الشان لشکر مکّے کی طرف روانہ ہوا۔ آپ نے پہلے ہی اعلان کر دیا تھا کہ جو شخص ہتھیار ڈال دے گا۔ ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا۔ دروازہ بند کر لے گا، کعبے میں پناہ لے گا اُسے امان دی جائے گی قریش پر مسلمانوں

کی ہیبت چھائی ہوئی تھی۔ اس لئے کوئی مقابلہ نہیں ہوا۔ صرف چند جوش میں بھرے ہوئے نوجوانوں کی حضرت خالدؓ سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ اُنھوں نے دو مسلمانوں کو شہید کر دیا تو حضرت خالدؓ تلوار نکالنے پر مجبور ہوگئے۔ مگر یہ لوگ تھوڑی دیر بھی جم کر نہ لڑ سکے اور پیٹھ دکھا دی۔ مسلمانوں نے اُن کے بارہ آدمی قتل کر دیئے۔

کعبے کی صفائی

مکے میں داخل ہونے کے بعد آپ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ حرم کو تین سو ساٹھ بتوں کی نجاست سے پاک کیا۔ خود کعبے میں کئی بت تھے۔ اُنھیں نکلوا کر پھنکوایا۔ دیواروں پر تصویریں بنی تھیں اُنھیں مٹایا۔ اور اللہ کا یہ گھر ہزاروں برس بعد سرکارِ دوعالم کی برکت سے اس قابل ہوا کہ اللہ پر ایمان لانے والے بندے اس میں سچے دل سے عبادت کر سکیں۔ جب پوری صفائی ہوگئی تو آپؐ حضرت بلالؓ کے ساتھ اندر تشریف لے گئے۔ نماز پڑھی اور خدا کا شکر ادا کیا۔ کہ اس نے وعدے کے مطابق مسلمانوں کو جو اس کے صحیح حق دار تھے اپنے گھر پر قبضہ دلایا۔

مکے کے لوگ حرم میں آکر جمع ہوگئے تھے اور اس انتظار میں تھے کہ دیکھیں رسول اللہ کے دربار سے ہمیں اکیس سال کے جرموں کی کیا سزا ملتی ہے۔ اُن سب کے دل خوف سے کانپ رہے تھے۔ اُن کا یہ خوف بے جا نہ تھا۔ اس لئے کہ اُن ہی میں وہ لوگ تھے۔ جنھوں نے آپ کو طرح طرح تکلیفیں پہنچائی تھیں، گالیاں دی تھیں، منھ پر خاک ڈالی تھی۔ اینٹوں اور پتھروں سے جسم مبارک کو لہو لہان کیا تھا۔ آپ کے قتل کی تدبیریں کی تھیں۔ آپ کے غریب اور بے کس ساتھیوں پر طرح طرح کے ظلم توڑے تھے، یہاں تک کہ

کئی مسلمان مرد اور عورتیں ان ظلموں کو سہتے سہتے شہید ہو گئے تھے۔

انھی میں وہ لوگ تھے جنھوں نے حضرت زیدؓ اور حضرت خبیبؓ کو صرف مسلمان ہونے کے جرم میں نہایت بے دردی سے شہید کیا تھا۔ انہی میں وہ لوگ تھے جو اسلام کو مٹانے کے لئے بار بار مدینے پر چڑھائی کر چکے تھے۔ انھی میں وہ ظالم اور سنگدل عورت تھی جس نے آپ کے حقیقی چچا حضرت حمزہؓ کے ناک کان کاٹ کر گلے کا ہار بنایا تھا اور جگر تک چبا گئی تھی۔ آج ان ظلموں کا، ان سفاکیوں کا بدلہ ملنے والا تھا۔ ہر شخص دم بخود تھا پشیمان تھا۔

سرکار دو عالم نے اس موقع پر ایک زبردست تقریر کی اور فرمایا۔

"اے قریش کے لوگو! اب جاہلیت کا غرور اور نسب کا فخر خدا نے مٹا دیا۔ تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدمؑ مٹی سے بنے تھے۔"

"اے لوگو! ہم نے تمھیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا تھا اور تمھارے قبیلے اور خاندان بنائے کہ آپس میں پہچانے جاؤ۔ بیشک اللہ کے نزدیک شریف وہ ہے جو پرہیزگار ہو۔" (آیت کلام پاک)

پھر آپ نے مجمع کی طرف دیکھ کر فرمایا۔

"لوگو! تمھیں معلوم ہے میں تمھارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں"

اس سوال پر سب کے سر شرمندگی سے جھک گئے۔ اور نہایت عاجزی سے جواب دیا:۔

"آپ شریف بھائی اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں۔"

آپ نے فرمایا:۔ "تم پر کوئی الزام نہیں، جاؤ سب آزاد ہو۔"

آپ کی اس شرافت، رحم و کرم اور فراخ دلی سے بہت سے لوگوں کے دل پسیج گئے اور بہت سے کافر اسی وقت دل سے اسلام لے آئے۔

مکے میں آپ پندرہ روز تک ٹھہرے رہے۔ اس عرصے میں مکے کے بیشمار مردوں اور عورتوں نے اسلام قبول کیا۔ کچھ لوگ ڈر کے مارے مکے سے بھاگ گئے تھے۔ یہ وہی لوگ تھے جو اسلام کی مخالفت میں سرگرم تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ ہماری سزا قتل کے سوا اور کچھ نہ ہوگی مگر آپ نے انھیں بھی معاف کر دیا۔

حنین اور طائف کی لڑائیاں

جوں جوں اسلام کو ترقی ہوتی تھی عرب کے قبائل اس طرف کھنچے چلے آتے تھے۔ صلح حدیبیہ کے بعد اکثر قبائل نے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔ لیکن ہوازن اور ثقیف کے قبائل جو مکے اور طائف کے درمیان آباد تھے۔ اور اپنی جنگ جوئی اور قوت کے لحاظ سے بہت مشہور تھے۔ بدستور مسلمانوں کے دشمن بنے رہے۔ چنانچہ فتح مکہ سے پیشتر ہی ہوازن کے سرداروں نے عرب میں دورہ کر کے مسلمانوں کے خلاف جوش پھیلانا شروع کر دیا۔ مکہ فتح ہوا تو اُن کی مخالفت کا زور اور زیادہ بڑھ گیا۔ وہ فوجیں جمع کر کے نہایت زور شور کے ساتھ مسلمانوں کا خاتمہ کرنے کے لئے نکلے۔ رسول اللہ صلعم کو خبر ہوئی تو پہلے آپ نے اس کی تحقیقات کرائی۔ واقعہ بالکل صحیح تھا۔ اس لئے مجبوراً آپ کو بھی بارہ ہزار مسلمانوں کے ساتھ اُن کے مقابلے کے لئے نکلنا پڑا۔

اس وقت صحابہ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اب کوئی طاقت ایسی نہیں

ہے۔ جو اتنی زبردست فوج کو شکست دے سکے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ بات پسند نہ آئی۔ دشمن اپنی تیر اندازی میں مشہور تھے۔ اُنھوں نے مقابلہ ہوتے ہی مسلمانوں کی فوج پر بڑی تیزی سے تیر برسانے شروع کئے۔ اسلامی فوج میں نومسلم اور کافر بھی تھے۔ سب سے پہلے اُن ہی کے قدم اُکھڑے اور بھاگ کھڑے ہوئے، اُن کی وجہ سے مسلمان بھی سنبھل نہ سکے اور تھوڑی دیر میں میدان صاف ہو گیا، صرف آپ اور آپ کے گرد چند صحابہ باقی رہ گئے۔ اس وقت مسلمانوں کو محسوس ہوا کہ ہم نے جو اپنی زیادتی اور طاقت پر گھمنڈ کیا تھا۔ اللہ نے ہم کو اس کی سزا دی ہے۔ آپ نے حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ مہاجرین اور انصار کو پکاریں۔ اس نازک موقع پر جبکہ فوج بھاگ کھڑی ہوئی رسول اللہ نے اپنی سواری آگے بڑھائی اور فرمایا:۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ	میں پیغمبر ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے
اَنَا ابْنُ عَبْدُ الْمُطَّلِبْ	میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

مہاجرین اور انصار آواز سنتے ہی پلٹ پڑے۔ لڑائی کا میدان پھر گرم ہو گیا۔ اس مرتبہ مسلمان ایسا جی توڑ کر لڑے کہ دشمن بھاگ نکلے۔ چھ ہزار قیدی، چوبیس ہزار اونٹ چالیس ہزار بکریاں اور بے شمار چاندی مسلمانوں کے ہاتھ آئی۔ دشمنوں نے طائف میں پناہ لی تھی۔ آپ نے ایک مہینہ تک اس کو گھیرے رکھا مگر ان کی قوت تو ٹوٹ چکی تھی اور آپ کا مقصد خواہ مخواہ لڑنے کا نہیں تھا۔ اس لئے محاصرہ اٹھا لیا گیا۔ چلتے وقت لوگوں نے عرض کیا کہ "یا رسول اللہؐ! آپ ان کے حق میں بددعا کیجئے۔" مگر آپؐ نے یہ دُعا کی "خدایا ثقیف کو ہدایت دے اور اُنھیں اس کی توفیق عطا فرما کہ میرے پاس حاضر ہو جائیں۔"

کونسی چیز قیمتی ہے

مالِ غنیمت کی تقسیم کا وقت آیا تو آپ نے مکّے کے نو مسلموں کو محض ان کی دل جوئی کے لئے زیادہ حصّہ دیا۔ انصار کے چند نوجوانوں کو یہ بات ناگوار گذری اور یہ کڑوی کسیلی بات اُن کی زبان سے نکل گئی "کہ جب مشکل پڑتی ہے تو ہم یاد آتے ہیں۔ اور غنیمت کا مال دوسروں کو ملتا ہے۔"

آپ تک یہ باتیں پہنچیں تو آپ نے انصار کو بُلا بھیجا۔ سب جمع ہو گئے تو آپ نے دریافت کیا کہ "تم نے ایسی باتیں کہی ہیں" اُنھوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ! ہم میں سے بڑوں نے کچھ نہیں کہا ہے۔ البتہ چند نوجوانوں کی زبان سے ایسے لفظ نکل گئے ہیں۔" آپ نے اس موقع پر ایک زبردست تقریر کی اور فرمایا:۔

"اے انصار! کیا یہ سچ نہیں ہے کہ تم گمراہی میں تھے خدا نے میرے ذریعے تم کو ہدایت دی۔ تمھاری قوم میں پھوٹ پڑی تھی۔ ایک دوسرے کا دشمن تھا۔ میرے ذریعے تم میں خدا نے اتفاق پیدا کیا۔ اور تم ایک دل اور ایک جان ہو گئے۔ تم غریب اور مفلس تھے میری وجہ سے خدا نے تم کو مال دار کر دیا۔"

انصار ہر جملے پر کہتے جاتے تھے کہ "خدا اور اس کے رسول کا احسان

سب سے بڑھ کر ہے۔" آپ نے فرمایا:۔

"نہیں تم جواب دے سکتے ہو اور وہ بالکل صحیح ہوگا۔ تم کہہ سکتے ہو کہ "محمد" ذرا اپنا وقت یاد کرو۔ تمھاری قوم نے تمھیں جھٹلایا تو ہم نے تمھیں پناہ دی۔ ہم نے تمھاری حمایت کی۔ تم غریب اور مفلس آئے تھے ہم نے تمھاری مدد کی۔ لیکن اے انصار! کیا تمھیں یہ بات پسند نہیں کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے جائیں اور تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے گھر لے جاؤ۔"

انصار یہ سُن کر بے اختیار رو پڑے۔ اور ایک زبان ہوکر کہا۔ "ہمیں تو صرف آپ درکار ہیں۔"

قبیلۂ ہوازن کے کچھ معزز لوگ قیدیوں کی رہائی کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اپنے اور اپنے خاندان کے حصے کے سب قیدی فوراً رہا کر دیئے۔ اور دوسرے مسلمانوں سے بھی سفارش کی' مہاجرین اور انصار نے یہ سُنتے ہی سب کو آزاد کر دیا جو لوگ نئے اسلام لائے تھے۔ انھیں کچھ تامل ہوا مگر آپ نے ہر ایک قیدی کے بدلے چھ اونٹ دینے کا وعدہ کر کے انھیں بھی راضی کر لیا۔ اس طرح محض سرکار دو عالم" کے رحم و کرم کے اثر سے چھ ہزار قیدی ذرا دیر میں آزاد ہو گئے۔

غزوۂ تبوک[1]

موتے کی لڑائی کے بعد برابر یہ خبریں مشہور ہو رہی تھیں کہ روم کا عیسائی بادشاہ

---

[1] تبوک ایک مشہور جگہ ہے جو مدینہ اور دمشق کے بیچوں بیچ واقع ہے' مدینے سے یہ ۱۴ منزل ہے۔ (سیرۃ النبی)

مدینے پر حملے کے لئے زبردست فوجیں جمع کر رہا ہے۔ مسلمان ان افواہوں سے پریشان تھے۔ کچھ عرصے کے بعد شام کے سوداگروں نے ان خبروں کی تصدیق کی۔ آپ نے یہ سن کر مسلمانوں کو تیاری کا حکم دے دیا۔ کہ عیسائیوں کو مدینے پر حملے کا موقع نہ دیا جائے۔

یہ سخت گرمی کا زمانہ تھا۔ قحط کی وجہ سے لوگ پریشان تھے۔ منافق خود جانا نہیں چاہتے تھے۔ اور مسلمانوں کو بھی بہکاتے تھے کہ اس گرمی اور دھوپ میں کہاں جاؤ گے۔ مگر مسلمانوں پر اُن کی باتوں کا ذرا بھی اثر نہ ہوا۔ اور آپ کے ایک اشارے پر مدینے ہی کے نہیں بلکہ آس پاس کے مسلمان قبیلے بھی تیار ہو گئے۔ لشکر کے خرچ کے لئے چندہ جمع کیا گیا۔ حضرت عثمانؓ نے سو گھوڑے نو سو اونٹ، ایک ہزار دینار پیش کئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے چالیس ہزار درہم پیش کئے۔ حضرت عمرؓ نے اپنا آدھا مال حاضر کیا۔ اور آدھا بچوں کے لئے چھوڑ رکھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے گھر کا سارا مال و اسباب نذر کیا۔ اور بال بچوں کے لئے سوائے اللہ اور رسول کی محبت کے کچھ نہیں چھوڑا۔ ایک غریب صحابی نے دو سیر چھوارے پیش کئے۔ اور عرض کی کہ رات بھر محنت کی ہے اس کی اُجرت میں چار سیر چھوارے ملے ہیں۔ آدھے بیوی بچوں کے لئے چھوڑ آیا ہوں۔ آپ نے حکم دیا کہ ان چھواروں کو تمام سامان پر پھیلا دیا جائے۔ پوری تیاری ہو چکی تو آپ حضرت علیؓ کو عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لئے مدینے میں اپنا قائم مقام بنا کر تیس ہزار فوج کے ساتھ روانہ ہو گئے۔

تبوک پہنچ کر معلوم ہوا کہ رومیوں کی تیاری کی خبر صحیح نہ تھی۔ بعض سرداروں نے

مسلمانوں سے لڑنے کے لئے خفیہ ساز باز کر رہے تھے، ورنہ عام طور پر عیسائی لڑنے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے۔ اس لئے بیس دن تک آپ تبوک میں ٹھہرے رہے۔ اس درمیان میں شام کے کئی عیسائی حاکموں نے جو روم کی حکومت کے ماتحت تھے، آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمانوں کی حکومت قبول کی اور جزیہ[1] دینا منظور کیا۔

تبوک میں قیام کے بعد آپ نے فوج کو واپسی کا حکم دیا۔

حجِ اکبر

تبوک سے واپسی کے بعد حج کا زمانہ آگیا۔ مکے کی فتح کے بعد مسلمانوں کے لئے حج کرنے میں کوئی رکاوٹ باقی نہ تھی۔ مسلمان پہلے بھی حج کر چکے تھے۔ مگر مکے کا انتظام اب تک کافروں کے ہاتھ میں تھا۔ اب خدا کے فضل سے یہ مبارک شہر کفر کی نجاست سے بالکل پاک ہو چکا تھا۔ اور خانۂ کعبہ کا تمام انتظام مسلمانوں نے اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ آپ نے تین سو مسلمانوں کا قافلہ حج کے لئے بھیجا۔ حضرت ابوبکرؓ کو قافلے کا سردار بنا کر قربانی کے لئے بیس اونٹ ساتھ کر دیئے۔

حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں کو حج کے مسئلے سمجھائے، حضرت علیؓ نے سورۃ براۃ کی آیتیں پڑھ کر سنائیں۔ تمام شہر میں اعلان کر دیا کہ آئندہ کسی کافر کو مکے

---

[1] جزیہ اس ٹیکس کو کہتے ہیں جو غیر مسلم، اسلامی حکومت کو اپنی جان و مال کی حفاظت کے معاوضے میں دیتے ہیں۔

میں داخل ہونے کی اجازت نہ ہوگی۔ نہ کوئی ننگا ہو کر حج کرنے پائے گا۔ جن کافروں سے معاہدے تھے اُنھوں نے معاہدے کے خلاف حرکتیں کی ہیں۔ اس لیے چار مہینے بعد یہ معاہدے ٹوٹ جائیں گے۔

یہ پہلا حج تھا جو پوری آزادی کے ساتھ مسلمانوں نے ادا کیا۔ اس لیے خدا کے کلامِ پاک میں اس کا نام حجِ اکبر رکھا گیا۔

حجتہ الوداع

۱۵

ہجرت کے دسویں سال مکہ جب تمام کافروں سے پاک ہو گیا اور تقریباً سارے عرب میں اسلام کا نور پھیل گیا تو خود سرکار دوعالم نے حج کا ارادہ فرمایا۔ تمام ملک میں یہ خبر بجلی کی طرح دوڑ گئی۔ لوگ چاروں طرف سے اُمنڈ آئے۔ بے شمار مسلمان مدینے میں جمع ہو گئے۔ ۲۶ ذی قعدہ کو اس عظیم الشان قافلے کے ساتھ آپ مکے کی جانب روانہ ہوئے۔ راستے میں بہت سے قبیلے آ آ کر اس قافلے کے ساتھ شریک ہوتے گئے۔ جوں ہی آپ مکے میں داخل ہوئے۔ شہر کے بچے مارے خوشی کے مکے سے باہر نکل پڑے۔ آپ نے انھیں اونٹ پر کسی کو آگے کسی کو پیچھے بٹھا لیا اور انھیں پیار کرتے جاتے تھے۔ کعبہ پر نظر پڑی تو فرمایا " خدایا! اس گھر کو اس سے بھی زیادہ عزت و شرف رحمت فرما" اس کے بعد کعبہ کا طواف کیا۔ طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم میں نماز دوگانہ ادا کی۔ ۹ ذی الحجہ کو عرفات کے میدان میں سب مسلمان جمع ہو گئے۔ تو آپ خطبہ دینے کے لئے اونٹنی پر سوار ہوئے۔ اس وقت سوا لاکھ انسانوں کا مجمع پروانوں کی طرح آپ کے گرد جمع تھا۔ جس طرف

نظر اُٹھتی تھی آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ آدمیوں کا سمندر لہریں لے رہا ہے۔

خدا کی شان! آج سے چند برس پہلے اِسی شہر مکے سے آپ کیسی پریشانی کیسی بے سروسامانی کی حالت میں نکلے تھے۔ عرب کا چپہ چپہ آپ کا دشمن تھا مگر آپ کی سچائی، دیانت، ایمانداری، خلوص اور مستقل مزاجی کی بدولت خدا نے یہ دن دکھایا اور تھوڑے دنوں میں ایسی زبردست کامیابی عطا فرمائی کہ سارا عرب کہاں تو آپ کی جان کا دشمن ہو رہا تھا۔ اور کہاں آپ کا فدائی اور جاں نثار بن گیا۔ آپ پر اس زمانے میں بڑے کٹھن وقت آئے۔ مصیبتوں پر مصیبتیں پڑیں، مشکلوں کا سامنا ہوا مگر آپ نے کبھی ہمت نہ ہاری۔ ماتھے پر بل نہیں لائے ہمیشہ اپنی دھن میں لگے رہے۔ ملک کے کونے کونے میں اللہ کا پیام پہنچایا۔ اللہ نے بھی اپنے پیارے بندے کی جو اسی کی توحید پھیلانے کے لئے اتنی مصیبتیں اُٹھا رہا تھا پوری مدد کی اور سارے عرب میں اسلام کا ڈنکا بجوا دیا۔

اونٹنی پر سوار ہونے کے بعد آپ نے اپنا آخری خطبہ دیا جس میں مسلمانوں کے لئے بڑی بیش قیمت نصیحتیں ہیں۔ آپ نے فرمایا:۔

"اے لوگو! شاید اب پھر کبھی میں تم سے نہ مل سکوں اس لئے جو کچھ میں کہتا ہوں اُسے کان لگا کر سنو۔ تمہارا مال، تمہارا خون اِسی طرح حرام ہے جس طرح آج کا دن، یہ مہینہ اور یہ شہر۔ لوگو تمہیں بہت جلد اپنے خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ خبردار میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔ عورتوں کے ساتھ نرمی کرنا جس

طرح اُن پر تمھارا حق ہے اِسی طرح اُن کا بھی تم پر حق ہے۔ غلاموں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا جو خود کھانا وہی انھیں کھلانا جو خود پہننا وہی انھیں پہنانا۔ اُن سے کوئی غلطی ہو جائے تو معاف کر دینا عربی کو عجمی اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں۔ سب مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ تمھارے کسی بھائی کی چیز اس وقت تک تمھارے لئے جائز نہیں جب تک وہ اپنی خوشی سے تمھیں نہ دے دے۔" لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑے جاتا ہوں جسے اگر مضبوطی سے پکڑو گے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ یاد رکھو وہ اللہ کی کتاب (قرآن کریم) ہے۔" جو کام کرو نیک نیتی اور خلوص سے کرو۔ اپنے مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی کرو۔ اور آپس میں پھوٹ نہ پڑنے دو۔ تمھارا سینہ بُرائیوں سے پاک رہے گا۔"

اس کے بعد آپ نے فرمایا "لوگو! تم سے خدا کے ہاں میری نسبت پوچھا جائے گا بتاؤ تم کیا جواب دو گے؟"

سب نے کہا۔ "ہم اس کی گواہی دیں گے کہ آپ نے اللہ کا پیام ہم تک پہنچایا اس وقت آپ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر فرمایا۔

"اے خدا تو گواہ رہنا۔ اے خدا تو گواہ رہنا۔ اے خدا تو گواہ رہنا۔"

اب اللہ نے جو بڑا کام آپ کے سپرد کیا تھا۔ وہ آپ نے پوری طرح انجام دے دیا تھا۔ اس لئے اسی وقت یہ آیت اُتری۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ۝ — آج میں نے تمھارے دین کو تمھارے لئے مکمل کر دیا اور اپنا احسان پورا کر دیا اور تمھارے لئے اسلام کے دین کو پسند کیا۔

اسی دن آپ نے اپنے ہاتھ سے ترسیٹھ اونٹ ذبح فرمائے ۳۷ اونٹ آپ کی طرف سے حضرت علیؓ نے ذبح کئے۔

حج سے فراغت کے بعد ۱۳ ذی الحجہ کو آپ مدینے واپس تشریف لے گئے۔

وفات

دنیا میں آپ جس کام کے لئے اللہ کی طرف سے بھیجے گئے تھے وہ اب پورا ہو چکا تھا۔ اسلام کی روشنی تمام ملک میں پھیل گئی تھی۔ بتوں کی پوجا کے بجائے اب ہر ایک دل میں اللہ کی وحدانیت اور بڑائی کا یقین پیدا ہو گیا تھا۔ لوگوں کی عادتیں سدھر گئی تھیں۔ اور اپنے نبیؐ کی برکت سے اچھی اچھی خصلتوں نے دلوں میں گھر کر لیا تھا۔ ہر شخص اسلام کا سچا شیدائی بن گیا تھا۔ اور یہ پاک مذہب عرب کی سرحدوں سے گذر کر دوسرے ملکوں میں پہنچ رہا تھا۔ اسی لئے اب اللہ کو اپنے پیارے بندے کی جدائی گوارا نہ تھی۔ آخری حج میں آپ نے جو خطبہ دیا تھا اس میں بھی اشارہ کر دیا تھا کہ ممکن ہے میں پھر تم سے نہ مل سکوں۔

حج سے واپس آ کر آپ اللہ کی عبادت پہلے سے بھی زیادہ کرنے لگے۔ اسی زمانہ میں جنگ احد کے شہیدوں کی قبروں پر زیارت کو گئے اور ان سے اس طرح رخصت ہوئے جس طرح مرنے والا اپنے عزیزوں سے رخصت ہوتا ہے۔

ایک دن رات کے وقت فاتحہ کے لئے آپ مدینے کے قبرستان میں تشریف لے گئے۔ وہاں سے واپس ہوتے تو بخار آ گیا اور سر میں سخت درد ہونے لگا۔ چار پانچ روز کے بعد مرض بہت بڑھ گیا۔ آپ حضرت عائشہؓ کے گھر میں تشریف

لے آئے اب تک نماز خود ہی پڑھاتے تھے۔ مگر اب کمزوری اتنی بڑھ گئی تھی کہ ایک دفعہ تین بار مسجد میں جانے کا ارادہ کیا مگر غش آ گیا، مجبوراً حضرت ابوبکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔

وفات سے تین چار روز پہلے آپ نے سات مشکوں سے غسل فرمایا، اور حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کے سہارے مسجد میں تشریف لے گئے۔ ظہر کی نماز ہو رہی تھی حضرت ابوبکرؓ امام تھے۔ آپؐ کو دیکھ کر انھوں نے پیچھے ہٹنا چاہا۔ مگر آپ نے اشارے سے منع فرمایا۔ اور انھی کے پہلو میں بیٹھ کر نماز پڑھانے لگے۔ نماز کے بعد آپ نے مسلمانوں کے سامنے آخری خطبہ دیا اور نصیحت کی کہ

"تم سے اگلی قومیں اپنے پیغمبروں اور اپنے بزرگوں کی قبروں کو پوجنے لگی تھیں، دیکھو تم کہیں ایسا نہ کرنا۔ میں اس کی سخت تاکید کیے جاتا ہوں انسان کو اللہ کی طرف سے جو کچھ سزا یا جزا دی جائے گی وہ خود اس کے اچھے اور برے کاموں پر دی جائے گی۔ اے میری بیٹی فاطمہ! اور اے میری پھوپی صفیہ! تم اپنے لئے کچھ کر لو۔ میں تمھیں خدا کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔"

خطبہ کے بعد آپ نے اعلان کیا کہ جس کسی کا مجھ پر کوئی حق ہو وہ مانگ لے ایک شخص نے کہا "میرے تین درہم چاہئیں، ایک دفعہ آپ نے مجھ سے لے کر فقیر کو دیئے تھے۔" یہ قرض اسی وقت ادا کیا گیا۔

اب مرض نے خطرناک صورت اختیار کر لی تھی۔ بے چینی بہت بڑھ گئی تھی آپ کبھی چادر منہ پر ڈال لیتے تھے اور کبھی الٹ دیتے تھے۔ اسی حالت میں

حضرت عائشہؓ نے آپ کے منہ سے یہ الفاظ سنے :"یہودیوں اور عیسائیوں پر خدا کی پھٹکار جو اپنے پیغمبروں کی قبروں کو پوجتے ہیں" گھر میں اوّل تو سامان ہی کیا تھا جو کچھ تھا بھی آپ نے اللہ کی راہ میں خیرات کر دیا. حضرت عائشہؓ کے گھر میں کچھ اشرفیاں رکھی تھیں وہ نکلوا کر خیرات کر دیں۔

وفات کے دن صبح کو کچھ سکون ہو گیا تھا۔ مگر جوں جوں دن چڑھتا گیا غش پہ غش آتے تھے۔. بیچ بیچ میں کچھ سکون ہو جاتا تھا. تیسرے پہر کو حالت زیادہ نازک ہونے لگی. سانس اکھڑ چکی تھی۔ بے چینی بہت بڑھ گئی تھی۔ پاس ہی پانی کی لگن رکھی تھی. اُس میں ہاتھ تر کر کے منہ پر ملتے تھے. اس حالت میں بھی زبان پر یہ الفاظ تھے "نماز، نماز اور لونڈی غلام"

اب بالکل آخری وقت آپہنچا. انگلی اٹھا کر تین دفعہ فرمایا بَلِ الرَّفِیْقِ الاَعْلٰی (وہی سب سے بڑا رفیق) اور روحِ پاک دوسرے عالم میں پہنچ گئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

مدینے میں اس غم ناک خبر کے پھیلتے ہی سناٹا چھا گیا، لوگوں کو سکتہ سا ہو گیا بعض صحابہ جہاں تھے وہیں رہ گئے. حضرت عمرؓ نے تو تلوار میان سے نکال لی کہ جو کوئی یہ کہے گا کہ آں حضرتؐ نے انتقال کیا اُس کا سر اڑا دوں گا. یہ حالت دیکھ کر حضرت ابو بکرؓ مسجد میں تشریف لائے اور خطبہ دیا۔

"لوگو! جو کوئی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پوجتا تھا وہ سن لے کہ انھوں نے انتقال کیا اور جو کوئی اللہ کی عبادت کرتا تھا تو (اُسے معلوم ہونا چاہیے کہ) اللہ

ہمیشہ باقی رہنے والا ہے "

اس تقریر کے بعد حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہ کو آپؐ کی وفات کا یقین ہوا۔ اور سارا شہر ماتم کدہ بن گیا۔ لوگوں کی آنکھیں نہیں دل رو رہے تھے۔

آں حضرت کی وفات حضرت عائشہؓ کے حجرے میں ہوئی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ نبی جہاں وفات پاتا ہے وہیں دفن بھی ہوتا ہے اس لئے آپ کو اسی حجرے میں دفن کیا گیا۔ یہ حجرہ بہت معمولی اور کچی اینٹوں کا بنا ہوا تھا۔ عرصے تک اُسی حالت میں رہا۔ بعد کو مسلمانوں نے اس کے بجائے سبز رنگ کا ایک شاندار گنبد بنا دیا۔

اسوۂ حسنہ[1]

کامیابی

نبوت کے شروع سے وفات تک آپ کل تئیس ۲۳ سال دنیا میں رہے۔ یہ مدت بہت تھوڑی ہے۔ کسی ملک اور قوم کی اصلاح بڑا کٹھن کام ہے۔ سینکڑوں برس لگ جاتے ہیں۔ پھر بھی کامیابی نہیں ہوتی۔ اور عرب کی حالت تو بہت ہی گئی گزری تھی۔ دنیا کی ساری برائیاں اُن میں جمع ہو گئی تھیں۔ بتوں کو وہ پوجتے تھے۔ شراب وہ پیتے تھے۔ جوا وہ کھیلتے تھے۔ بدکاری سے عار نہ تھا، لوٹ مار اور دھوکے دھڑی کو عیب نہ سمجھتے تھے۔ اتنے اُجڈ اور وحشی کہ ذرا ذرا سی بات پر لڑنے مرنے کو تیار پھر لڑنے پہ آئیں تو قبیلے کے قبیلے تباہ ہو جائیں۔ مگر غصے اور انتقام کی آگ پھر بھی ٹھنڈی نہ ہو۔ کوئی باقاعدہ حکومت بھی نہیں جو اُنھیں ان برائیوں سے روکے۔ خود لکھے پڑھے نہیں کہ آپ ہی اِن خرابیوں کو محسوس کریں نہ کوئی سیدھی اور سچی راہ بتانے والا، ہر شخص اپنی مرضی کا آپ ہی مالک تھا جو جی میں آتا کرتا تھا۔

آپ نے اللہ کے حکم سے ان انسان صورت درندوں کو انسان بنانے کا کام شروع کیا اور ۲۳ سال کی تھوڑی سی مدت میں ان کی کایا پلٹ دی۔ تمام عرب کو

---

[1] رسول اللہ صلعم کی پاک زندگی کو جو ہر مسلمان کے لئے نمونہ ہے۔ اسوۂ حسنہ کہتے ہیں۔

خوشی سے اسلام قبول کرتے تھے۔ یہاں تک کہ تھوڑے ہی دنوں میں سارے عرب میں اسلام کا بول بالا ہو گیا اور کفر و بت پرستی اپنی تمام برائیوں کے ساتھ ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئی۔

اس شاندار کامیابی میں آپ کے پیارے اخلاق اور اچھی عادتوں کو بھی بہت دخل تھا۔ بہت سے لوگ تو آپ کا نورانی چہرہ دیکھ کر آپ کے میٹھے بول سن کر اور آپ کی خوش اخلاقی سے متاثر ہو کر اسلام لے آتے تھے۔ آپ اپنی میٹھی زبان اپنے دل لبھانے والے اخلاق سے بڑے بڑے دشمنوں کے دل موہ لیتے تھے اب ہم آپ کی ان ہی اچھی عادتوں اور پاکیزہ اخلاق کا کچھ تھوڑا سا حال بیان کریں گے جن کی وجہ سے آپ رحمۃ للعالمین (دونوں جہانوں کے لئے رحمت) کہلاتے ہیں۔

گھر کے اندر

کوئی شخص دوسروں سے اپنی بات اسی وقت منوا سکتا ہے جب خود بھی اس پر عمل کرے۔ اس کی زندگی گھر کے اندر بھی ویسی ہی ہو جیسی گھر کے باہر۔ اس کی بات کو سچا سمجھنے والے غیر ہی نہ ہوں بلکہ اس کے گھر کے لوگوں، اس کے قریبی عزیزوں، اور رشتے داروں پر بھی اس کی باتوں کا اثر ویسا ہی ہوتا ہو۔ اس لئے کہ گھر والے ذرا ذرا سی باتوں کی خبر رکھتے ہیں۔ ان کے سامنے کسی قسم کی بناوٹ نہیں چل سکتی۔ غرض کسی کی زندگی کی صحیح حالت معلوم کرنا ہو تو اس کے گھر والوں سے پوچھیے کہ اس سے زیادہ اعتبار کے قابل کسوٹی ملنا مشکل ہے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی اس نظر سے دیکھی جائے تو آئیے

کی طرح صاف نظر آتی ہے۔ نبوّت کا رتبہ ملنے کے بعد جب آپ نے لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا تو سب سے پہلے جس نے اسلام قبول کیا وہ کوئی غیر نہ تھا بلکہ حضرتِ خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا تھیں۔ جو پندرہ سال سے آپ کی زندگی کی ایک ایک بات سے واقف تھیں پھر حضرت زیدؓ تھے جو آپ کے غلام یا متبنّیٰ (منہ بولے بیٹے) تھے۔ حضرت ابوبکرؓ تھے جو بچپن سے آپ کے دوست تھے۔ ان حضرات کو آپ کی ذرا ذرا سی بات کی خبر تھی۔ آپ کی طبیعت عادت اور اخلاق سے اچھی طرح واقف تھے۔ اسی لئے اُن کے سامنے اسلام پیش کیا گیا تو وہ بلا کسی پس وپیش کے مسلمان ہو گئے۔ یا پھر حضرت انسؓ تھے۔ جنھوں نے (مدینے میں) دس برس تک آپ کی خدمت کی۔ حضرت بلالؓ تھے کہ آپ کے گھر کا سارا انتظام انہی کے سپرد تھا حضرت عائشہؓ تھیں۔ حضرت خدیجہؓ کے بعد انھی کو آپ کے حالات سب سے زیادہ معلوم تھے۔ ہم آں حضرتؐ کے اخلاق وعادات کے متعلق جو کچھ یہاں لکھیں گے وہ زیادہ تر انھی بزرگوں کی بتائی ہوئی باتیں ہوں گی۔

حلم اور عفو

آپ کی زندگی میں جو چیز سب سے زیادہ نمایاں ہے وہ آپ کا حلم اور عفو ہے مکّے اور مدینے کی زندگی میں کافروں نے آپ کے ساتھ کیا کچھ زیادتیاں نہیں کیں۔ گالیاں دیں۔ منہ پر خاک ڈالی۔ کانٹے بچھائے۔ نماز پڑھتے وقت پیٹھ پر اوجھڑی ڈال دی۔ چادر سے گلا گھونٹ دیا۔ طائف والوں نے پیروں پر اتنے پتھر برسائے کہ جوتے خون سے بھر گئے۔ اور چلنا مشکل ہو گیا۔ مگر آپ نے ان لوگوں کے حق میں کبھی بد دعا

تک نہیں کی بلکہ ہمیشہ یہی دعا مانگتے رہے کہ خدایا اُنھیں سیدھے راستے پر لا'
یہ جانتے نہیں۔

مکے کے کافروں نے آپ کو تین سال تک ابو طالب کی گھاٹی میں بند رکھا۔ آپ
کے قتل کے لئے انعام کا اعلان کیا۔ اس میں بھی کامیابی نہ ہوئی تو مدینے پر بار بار
چڑھائی کی اور تہیہ کر لیا کہ آپ کو اور آپ کے پیروؤں کو مٹا کے چھوڑیں گے۔ مکے
کی فتح کے وقت موقع تھا کہ ان سب باتوں کا انتقام لیا جاتا' وہ بھی ڈر سے تھرا
رہے تھے کہ دیکھئے آج اپنے کئے کی کیا سزا ملتی ہے مگر "سرکار دو عالم" نے اعلان کر دیا
کہ تم پر کوئی الزام نہیں اور سب آزاد ہو۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جن کا پچھلی شرارتوں میں
بہت زیادہ حصہ تھا۔ اور ڈر کے مارے بھاگے بھاگے پھرتے تھے۔ مگر آپ نے اُنھیں
امان دی' خاص طور پر بلوایا اور اُن کے ساتھ مہربانی سے پیش آئے۔

مدینے میں یہودیوں کی سرکشی حد سے بڑھ گئی تھی۔ قرآن کا کھلم کھلا مذاق اُڑاتے
تھے۔ مسلمانوں کو طرح طرح سے ستاتے اور پریشان کرتے تھے۔ یہی حال
منافقوں کا تھا اُن کی شرارتیں بھی آپ پر چھپی نہ تھیں۔ مگر آپ ہمیشہ تحمل اور
بُرد باری سے کام لیتے تھے۔

بدر کی لڑائی کے بعد مکے کا ایک مشہور کافر زہر میں بجھی ہوئی تلوار لے کر
آپ کو قتل کرنے مدینے پہنچا لوگوں نے اس کے تیور دیکھ کر اس کا ارادہ معلوم کر لیا
اور پکڑ کر آپ کے پاس لائے مگر آپ نے معاف کر دیا۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر ساٹھ نوجوانوں نے آپ کے قتل کی سازش کی اس
ارادے سے نکلے ہی تھے کہ راستے میں گرفتار ہو گئے۔ اور آپ کی خدمت میں لائے

گئے مگر" سرکار دو عالم نے اُنھیں معاف کر دیا۔

ایک سفر کے موقع پر آپ ایک درخت کے نیچے بیٹھے تھے۔ صحابی بھی آرام کر رہے تھے ایک کافر موقع کی تاک میں تھا ننگی تلوار لئے سامنے آکر کہنے لگا "محمدؐ! اب مجھ سے تمھیں کون بچا سکتا ہے؟" آپ نے نہایت اطمینان سے جواب دیا "خدا" یہ سن کر اُس پر ہیبت طاری ہو گئی اور تلوار ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر پڑی۔ مگر آپ نے اُسے کوئی سزا نہیں دی۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ وہ آپ کا کلمہ پڑھنے لگا۔

خیبر کی لڑائی میں صلح ہو گئی تو ایک یہودی عورت نے آپ کی دعوت کے کھانے میں زہر ملا دیا۔ آپ کو پہلے ہی لقمے میں پتہ چل گیا۔ اور کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اس جرم کی سزا قتل تھی۔ مگر آپ نے اسے کوئی سزا نہیں دی۔

ایک بار آپ مسجد سے نکل رہے تھے ایک بدو آیا۔ اس نے آپ کی چادر اس زور سے کھینچی کہ گردن سرخ ہو گئی اور نہایت اکھڑ اور درشت لہجے میں کہنے لگا۔ "محمدؐ! تیرے پاس جو مال ہے وہ نہ تیرا ہے نہ تیرے باپ کا۔ میرے دو اونٹ غلے سے لاد دے" آپ نے اس کے دو اونٹوں پر جو اور کھجوریں لاد دیں اور کچھ نہ کہا۔

اس طرح ایک دو نہیں بیسیوں واقعات ہیں۔ آپ کی ذات کے ساتھ لوگوں نے جو بُرائیاں کیں، آپ نے کبھی اُن کا بدلا نہیں لیا۔ ہمیشہ معاف کر دیتے تھے۔

دشمنوں سے آپؐ کا برتاؤ

دشمنوں کے ساتھ آپ ہمیشہ مہربانی اور نرمی کا برتاؤ کرتے تھے۔ یہودی

مسلمانوں کے سخت دشمن تھے اور آئے دن فتنہ وفساد کرتے رہتے تھے مگر آپؐ نے ان کی سختیوں کو ہمیشہ برداشت کیا۔ اُن کے ساتھ برابر لین دین رکھتے تھے۔ وہ اکثر قرض وصول کرنے میں سختی سے پیش آتے تھے مگر آپ معاف کر دیتے تھے۔

ایک یہودی کا آپ پر کچھ قرض تھا۔ وعدے کی مدّت میں تین چار روز باقی تھے مگر وہ پہلے ہی سے مانگنے آگیا۔ آپ کی چادر پکڑ کر زور سے کھینچی اور گستاخی کے لہجہ میں کہنے لگا "اے عبدالمطلب کی اولاد! تو اسی طرح ٹال مٹول کرتا ہے۔" حضرت عمرؓ نے اس بدتمیزی پر اُسے ڈانٹا اور سخت سست کہا۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا "عمر! تمھیں تو چاہیئے تھا کہ اس سے کہتے کہ نرمی سے تقاضا کرے اور مجھ سے کہتے کہ اس کا قرض ادا کر دوں۔" آپ نے اُسی وقت اس کا قرض ادا کرنے کا حکم دیا۔ اور چونکہ اس پر سختی کی گئی تھی اس لئے کچھ زیادہ دلوا دیا۔

مدینے میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو ظاہر میں تو مسلمان ہو گئے تھے مگر دل میں اسلام سے سخت عداوت رکھتے تھے۔ یہ منافق کہلاتے تھے۔ مسلمانوں کے لئے یہ میٹھی چھری سے کم نہ تھے۔ اُن کا سردار عبداللہ بن اُبی ہر موقع پر مسلمانوں کو زک پہنچانے کی کوشش کرتا تھا۔ اُحد کی لڑائی میں جب مسلمان یوں بھی بہت کم تعداد میں تھے یہ اپنے تین سو آدمیوں سمیت مسلمانوں سے الگ ہو گیا۔ مکے کے کافروں سے اس کا میل جول تھا۔ یہودیوں کو یہ بھڑکاتا رہتا تھا۔ آپ کو اس کی ایک ایک بات کی خبر تھی۔ مگر آپ نے کبھی اس سے کچھ نہیں کہا۔ جب مرنے لگا تو کفن کے لئے آپ نے اپنا کُرتا مرحمت فرمایا اور جنازے کی نماز بھی خود ہی پڑھائی۔

انصاف

آپ کی انصاف پسندی کے دشمن بھی قائل تھے یہودی سخت دشمنی کے باوجود آپس کے جھگڑوں کا فیصلہ کرانے آپ ہی کے پاس آتے تھے۔ مسلمان غریب تھے اور اکثر یہودی مہاجنوں سے قرض لیتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ ایک صحابی نے کسی یہودی سے قرض لیا۔ یہودی نے تقاضا کیا۔ اُن کے پاس دینے کو کچھ نہ تھا وہ انھیں آپ کے پاس پکڑ لایا۔ آپ نے انھیں تاکید کی کہ ابھی قرض ادا کیا جائے۔ مجبوراً بے چارے کو اپنا تہبند اُتار کر دینا پڑا اور اپنے صافے سے بدن ڈھانکا۔

ایک بار ایک عورت نے چوری کی۔ یہ ذرا دولت مند اور شریف گھرانے کی تھی۔ لوگ چاہتے تھے کہ یہ معاملہ یونہی دب جائے۔ حضرت اسامہؓ بن زید کے ذریعے سفارش کی گئی۔ آپ اس بات پر بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہ بھی اگر یہ حرکت کرتی تو اس کو بھی یہی سزا دی جاتی۔

اخلاق

آں حضرتؐ بڑے ہنس مکھ تھے۔ طبیعت میں سختی نام کو نہ تھی کبھی کوئی سخت کلمہ زبان سے نہیں نکالا۔ دوسروں پر عیب لگانا بُرا سمجھتے تھے۔ عمر بھر کسی کو بُرا نہیں کہا۔ بُرائی کے بدلے میں کبھی بُرائی نہیں کی۔ ہمیشہ معاف کر دیتے تھے۔ کبھی کسی غلام، لونڈی، مرد، عورت یہاں تک کہ جانور کو بھی اپنے ہاتھ سے نہیں مارا۔ کوئی ایسی بات آپ کے سامنے کہی جاتی جو آپ کو ناپسند ہوتی تو آپ خاموش ہو جاتے۔ لوگ آپؐ کے

چہرے سے پہچان لیتے۔ دوسرا جب تک اپنی بات ختم نہ کر لیتا، آپ خاموشی سے سُنتے رہتے کسی کی بات درمیان سے نہ کاٹتے۔ ضرورت سے زیادہ بات نہیں کرتے تھے۔ فضول اور بے فائدہ باتوں میں نہ پڑتے تھے۔ باتیں ٹھہر ٹھہر کر اس طرح کرتے تھے کہ لوگ زبانی یاد کر سکتے تھے۔ اکثر دیہاتی عرب (بدو) یا باہر کے آدمی آپ کے سامنے بے باکی سے گفتگو کرتے۔ لیکن آپ تحمل فرماتے۔ دوسروں سے آپ اپنی تعریف سُننا پسند نہ فرماتے کسی کی کوئی بات ناگوار گزرتی تو اس کے منہ پر نہ فرماتے۔ ایک مرتبہ کوئی صحابی زرد کپڑے پہن کر خدمت میں حاضر ہوئے جب وہ چلے گئے تو آپ نے فرمایا کہ اُن سے کہہ دینا کہ کپڑے دھو ڈالیں۔

راستے میں عورت، مرد، بچہ کوئی سامنے آتا۔ آپ پہلے خود سلام کرتے۔ آپ کے پاس کیسا ہی بُرا آدمی آتا آپ اس سے بہت نرمی سے گفتگو کرتے آپ نے فرمایا ہے کہ دنیا میں وہ شخص بہت ہی بُرا ہے۔ جس کی بدزبانی کی وجہ سے لوگ اس سے ملنا جلنا چھوڑ دیں۔

ایک دفعہ اونٹ پر ایک پہاڑ کے درّے سے گزر رہے تھے۔ ایک صحابی ساتھ ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ آپ نے اُن سے فرمایا اونٹ پر سوار ہو لو۔ یہ ادب کی وجہ سے ہچکچاتے۔ آپ نے دوبارہ فرمایا تو مجبوراً راضی ہو گئے۔ آپ اونٹ پر سے اُتر پڑے اور یہ سوار ہو گئے۔

ایثار

ایثار کا مطلب یہ ہے کہ دوسروں کی ضرورت کے سامنے اپنی ضرورت کا

خیال نہ کیا جائے۔ اس حضرتؐ کی ساری زندگی ایثار کا نمونہ تھی۔ ہمیشہ غریبی اور تنگ دستی کی زندگی بسر کی۔ ایسا اتفاق بہت کم ہوا کہ دونوں وقت پیٹ بھر کے کھانا نصیب ہوا ہو۔ ایسی حالت میں بھی اگر کوئی محتاج آ گیا تو گھر میں جو کچھ موجود تھا اُسے دے دیا۔ اور خود فاقہ کیا۔

ایک دفعہ ایک صحابی کی شادی ہوئی۔ بے چارے غریب تھے۔ اتنی بھی مقدرت نہ تھی کہ ولیمہ کی دعوت کرسکیں۔ آپ نے فرمایا کہ عائشہؓ کے گھر سے آٹے کی ٹوکری لے آؤ۔ حالانکہ گھر میں اس وقت کھانے کا بس یہی سامان تھا۔

ایک دفعہ ایک صاحب آپ کے یہاں مہمان ہوئے گھر میں کل کائنات اس وقت بکری کا دودھ تھا وہ آپ نے اُنھیں پلا دیا اور سارے گھر نے فاقہ کیا۔ اس سے پہلے کا دن بھی فاقہ سے گذرا تھا۔

حضرت فاطمہؓ سے آپ کو بہت محبّت تھی اُن کی غریبی کا یہ حال تھا کہ ایک ماما تک نہ رکھ سکتی تھیں۔ گھر کا سارا کام کاج خود ہی کرنا پڑتا تھا۔ (اُنھوں نے حضرت علیؓ کے ذریعے) ایک بار ایک لونڈی کے لئے درخواست کی مگر آپ نے فرمایا کہ صفہ والوں کا ابھی کوئی انتظام نہیں ہوا ہے۔ جب تک اُن کا انتظام نہ ہو جائے میں کچھ نہیں کرسکتا۔

سخاوت

عربوں کی سخاوت یوں بھی مشہور رہی ہے۔ حاتم طائی کا نام کون نہیں جانتا۔ یہ عرب ہی کا رہنے والا تھا۔ اور بھی بہت سے مشہور سخی عرب گزرے ہیں۔ مگر آپ

کی سخاوت ان سب سے بڑھ کر تھی۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی نے آپ سے سوال کیا ہو اور آپ نے جواب میں "نہیں" کہا ہو۔ اگر کچھ پاس ہوتا تو فوراً دے دیتے، ورنہ وعدہ کر لیتے۔

کبھی کہیں سے غنیمت کا مال آجاتا ــــــ تو جب تک دے دِلا کر اُسے ختم نہ کر دیتے آپ کو بہت بے چینی رہتی تھی۔ ایک بار غلّے کے چار اونٹ آئے۔ تقسیم کرنے کے بعد کچھ غلّہ بچ رہا۔ آپ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ جب تک یہ تقسیم نہ ہو جائے میں گھر میں نہ جاؤں گا۔ وہ رات آپ نے مسجد ہی میں بسر کی۔ دوسرے دن حضرت بلالؓ نے خوش خبری سُنائی کہ "یا رسُول اللہؐ میں نے سارا غلّہ تقسیم کر دیا۔ تب آپ گھر میں تشریف لے گئے۔

ایک بار آپ کی بکریوں کا ریوڑ چر رہا تھا۔ بے شمار بکریاں تھیں، ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ بکریاں مانگیں۔ آپ نے سب کی سب اُسے دے دیں۔ وہ آپ کی اس فیاضی سے حیرت میں رہ گیا۔

حنین کی لڑائی میں بہت سا غنیمت کا مال ملا تھا۔ آپ نے سب وہیں تقسیم کر دیا۔ واپس تشریف لے جا رہے تھے کہ دیہات کے عربوں کو خبر ہو گئی، آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ "یا رسُول اللہ! کچھ ہمیں بھی عنایت فرمائیں۔" دیہاتیوں کی بہت بھیڑ ہو گئی تھی۔ آپ گھبرا کر ایک درخت کی اوٹ میں کھڑے ہو گئے، لوگوں نے آپ کی چادر پکڑ لی تھی، وہ جسم سے اُتر گئی آپ نے فرمایا "میری چادر دے دو۔ خدا کی قسم اس جنگل کے درختوں کے برابر بھی اونٹ ہوتے تو میں سب تم کو دے دیتا۔"

آپ نے اعلان کر دیا تھا کہ جو کوئی مسلمان قرض دار مرے، اس کا قرضہ میرے ذمہ ہے اور جو کچھ چھوڑ جائے تو اس کے رشتے داروں کا حق ہے مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں۔

کھانے پینے کی ذرا ذرا سی چیزیں بھی دوسروں کو شریک کئے بغیر نہیں کھاتے تھے۔ ایک بار کلیجی پکی۔ آپ کے ساتھ اس وقت کوئی ایک سو تیس صحابی تھے آپ نے سب کا حصہ لگایا جو باہر چلے گئے تھے اُن کا حصہ رکھ چھوڑا۔

اکثر ایسا بھی ہوتا کہ کسی شخص سے کوئی چیز خرید لیتے اور قیمت ادا کرنے کے بعد پھر اُسی کو واپس کر دیتے۔

ایک بار کہیں سے بہت سا مال آیا تھا۔ سب سامان مسجد میں ڈھیر کرا دیا گیا۔ آپ نے تھوڑی دیر میں سارے کا سارا تقسیم کر دیا۔ ایک تنکا بھی باقی نہ رہا۔ اکثر فرماتے کہ دینے والا تو اللہ ہے میں تو بس اس کا خزانچی اور بانٹنے والا ہوں۔ ایک دفعہ حضرت ابوذرؓ سے فرمایا کہ اگر اُحد کا پہاڑ سارے کا سارا سونا بن جائے تب بھی مجھے یہ پسند نہ ہوگا کہ تین دن کے بعد اُس میں سے ایک اشرفی بھی باقی رہ جائے۔

مہمان نوازی

مہمان نوازی بھی عربوں کی ایک بڑی خصوصیت تھی اور شہر کے بسنے والوں سے بدویوں میں زیادہ پائی جاتی تھی۔ مگر رسولِ اکرم کی برابری اس میں بھی کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ آپ کے یہاں ہر روز مہمانوں کا تانتا لگا رہتا تھا۔ عرب کے

ہر حصے سے لوگ آتے اور آپ ہی کے مہمان ہوتے تھے ۔ دو مالدار بیبیوں کے گھر مہمانوں ہی کے لئے مخصوص کر دیئے گئے تھے ۔ ان مہمانوں میں مسلمانوں کے علاوہ کافر، عیسائی، یہودی سبھی طرح کے لوگ ہوتے تھے آپ اِن سب کے ساتھ ایک سا برتاؤ کرتے تھے ۔ راتوں کو اُن کی خبر لیتے رہتے تھے کہ کہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے ۔

حبشہ سے نجاشی کا وفد آیا تو آپؐ نے خاص اپنے یہاں مہمان ٹھہرایا ۔ اور خود ہی ان کی تمام خدمتیں انجام دیں ۔

ایک بار ایک کافر آپ کا مہمان ہوا ۔ وہ بڑا پیٹو تھا ۔ سات بکریوں کا دودھ پی گیا ۔ مگر جب تک اس کا پیٹ بھر نہیں گیا ۔ آپ برابر اُسے پلاتے رہے ۔

اصحاب صفہ کی مفلسی کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں ۔ ان بزرگوں میں سے تین صاحب تو بھوک کی وجہ سے اندھے ہو گئے تھے ۔ بے چاروں پر کئی کئی دن فاقے سے گزر جاتے آپ ان کا سب سے زیادہ خیال رکھتے تھے ۔ اکثر یہ آپ ہی کے مہمان ہوتے تھے ۔

ایک دفعہ حضرت ابوہریرہؓ پر کئی دن فاقے سے گزر گئے، بھوک کے مارے بُرا حال تھا ۔ بے چارے راستے پر بیٹھ گئے ۔ اتفاق سے حضرت ابوبکرؓ ادھر سے گزرے ابوہریرہؓ نے ان سے قرآن شریف کی ایک آیت کے معنیٰ پوچھے ۔ مطلب یہ تھا کہ میری حالت دیکھ کر خود ہی تاڑ لیں گے مگر اُنھوں نے کچھ توجہ نہ کی اور آیت کے معنیٰ بتا کر چلے گئے ۔ زرا دیر کے بعد حضرت عمرؓ آئے ۔ اُنھوں نے بھی کچھ خیال نہ کیا ۔ اتنے میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ۔ دیکھتے ہی

مسکرا دیے۔ اور اپنے ساتھ لے گئے۔ اس وقت کہیں سے دودھ آیا ہوا تھا۔ آپ نے تمام صفہ والوں کو بلا کر یہ دودھ تقسیم کر دیا۔

مہمانوں کی وجہ سے آپؓ کو آپ کے سارے گھر کو اکثر فاقہ بھی کرنا پڑتا تھا۔ گھر میں جو کچھ ہوتا اس سے مہمانوں کی خاطر کر دیتے اور خود بھوکے سو رہتے۔

آپ کے گھر میں ایک بڑا پیالہ تھا۔ دوپہر کو یہ پیالہ صفہ والوں کے پاس لایا جاتا سب اس کے آس پاس بیٹھ جاتے۔ خود آپ بھی اُن کے ساتھ شریک ہوتے جگہ کم ہوتی تو آپ کو اکڑوں بیٹھنا پڑتا۔

بھیک سے نفرت

یوں تو آپ بڑے سخی اور مہمان نواز تھے کبھی کسی کا سوال رد نہیں کرتے تھے۔ لیکن اگر کوئی بغیر سخت ضرورت کے آپ سے سوال کرتا تو آپ کو دلی تکلیف ہوتی۔ فرماتے کہ "سوال کرنے سے یہ کہیں بہتر ہے کہ انسان (جنگل سے) لکڑی کا گٹھا پیٹھ پر لاد لائے اور (بازار میں) بیچ کر اپنی آبرو بچائے۔

ایک صاحب قرض کی وجہ سے بہت پریشان تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حاجت بیان کی آپ نے اُن کی ضرورت پوری کرنے کا وعدہ فرمایا مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ صرف تین شخصوں کو جائز ہے کہ دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلائیں۔

(۱) جس پر قرض کا بوجھ ہو لیکن جب قرض ادا ہو جائے تو پھر اُسے نہیں مانگنا چاہیے۔

(۲) جس پر کوئی ناگہانی مصیبت آپڑی ہو اور اس کا روپیہ پیسہ برباد ہوگیا ہو۔ وہ اس وقت تک مانگ سکتا ہے جب تک اس کی حالت درست نہ ہو جائے۔

(۳) جو کئی دن سے فاقہ کر رہا ہو اور تین آدمی گواہی دیں کہ واقعی مصیبت میں مبتلا ہے۔

ان کے علاوہ جو مانگ کر کھاتا ہے حرام کھاتا ہے۔

ایک دفعہ ایک انصاری آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بےچارے بہت ہی غریب تھے۔ آپ سے اپنی حالت بیان کی اور کچھ سوال کیا۔ آپ نے دریافت کیا: کہ کیا تمھارے پاس کچھ بھی نہیں؟" انھوں نے عرض کیا: "بس ایک بچھونا ہے اسی کو اوڑھتا ہوں اور ایک پانی پینے کا پیالہ ہے۔" آپ نے دونوں چیزیں منگوا کر صحابہ کے ہاتھ دو درہم میں بیچ ڈالیں اور اُن کو حکم دیا کہ ایک درہم کا کھانا خرید کر گھر دے آئیں اور ایک درہم کی رسی خرید لیں اور جنگل سے لکڑی لا کر بازار میں بیچیں۔ یہ صاحب دس پندرہ دن کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اب اُن کے پاس دس درہم جمع ہو گئے تھے۔ آپ نے فرمایا "یہ اچھا ہے یا یہ کہ قیامت میں گدائی کا داغ لگا کر جاتے۔"

حجۃ الوداع میں آپ صدقہ کا مال تقسیم فرما رہے تھے۔ دو آدمی مانگنے کے لئے آئے۔ اچھے خاصے ہٹے کٹے موٹے تازے تھے۔ آپ نے فرمایا "تم کہو تو اس میں سے کچھ دے دوں مگر مالدار اور تندرست لوگوں کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔"

غریبوں سے محبت

سرکار دوعالم (صلی اللہ علیہ وسلم) امیر و غریب سب کو ایک نگاہ سے دیکھتے

تھے بلکہ غریبوں سے آپ کو زیادہ محبت تھی۔ یہی غریب تو تھے جنھوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ جو اسلام پر اپنی جانیں فدا کرنے کو ہر وقت تیار رہتے تھے مکّے کے کافر ان کا مذاق اڑاتے تھے طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تھے۔ مگر یہ اسلام کے شیدائی اپنے اللہ اور رسُول کے لئے یہ سب کچھ سہتے تھے۔

سعد بن ابی وقاص بہت مال دار آدمی تھے۔ اپنے قبیلے کے سردار بھی تھے اس لئے امیری کی کچھ شان پیدا ہو گئی تھی۔ غریبوں سے اپنے آپ کو کچھ اونچا سمجھتے تھے۔ آپ نے ایک دن اُن سے کہا۔ "یہی غریب تو ہیں جن کی بدولت تم مال دار ہو، اور کھاتے کماتے ہو!"

اپنی دعا میں آپ اکثر فرماتے "خدایا مجھے غریب رکھ، اس دنیا سے غریب اٹھا اور غریبوں ہی کے ساتھ میرا حشر ہو۔" ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا۔ "یارسول اللہ یہ کیوں؟" آپ نے فرمایا۔ "اس لئے کہ سب سے پہلے غریب ہی جنّت میں جائیں گے۔ اے عائشہؓ! کسی کو اپنے دروازے سے مایوس نہ پھیرنا، اگرچہ تمھارے پاس چھوارے کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ غریبوں سے محبت کرو اور اُنھیں اپنے قریب رکھو۔ خدا بھی تمھیں اپنے نزدیک رکھے گا۔"

ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں مسجد نبوی میں بیٹھا تھا۔ غریب مہاجر حلقہ بنائے بیٹھے تھے کہ اتنے میں آں حضرت (صلی اللہ علیہ وسلّم) تشریف لائے اور اس حلقے میں شامل ہو گئے۔ یہ دیکھ کر میں بھی اُن کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا غریب مہاجروں کو خوشخبری ہو کہ وہ مال داروں سے پہلے جنّت میں جائیں گے۔" یہ سُن کر غریبوں کے چہرے خوشی سے تمتما اُٹھے اور مجھے یہ حسرت ہوئی کہ کاش میں بھی اُنھی میں

شامل ہوتا۔

مساوات

مساوات کے معنی یہ ہیں کہ غریب ہو یا امیر، آزاد ہو یا غلام سب کو برابر سمجھا جائے سب کے ساتھ ایک سا سلوک کیا جائے۔ سرکار دوعالم کے متعلق ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں۔ کہ وہ سب کو ایک نگاہ سے دیکھتے تھے۔ حضرت بلالؓ حضرت صہیب رومیؓ حضرت سلمانؓ یہ سب غلام تھے۔ مگر آپ کے نزدیک ان کا مرتبہ قریش کے امیروں اور سرداروں سے کم نہ تھا۔

ایک بار حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بلالؓ اور حضرت سلمانؓ سے کوئی سخت بات کہہ دی۔ آپ نے فرمایا "تم نے ان لوگوں کو ناراض تو نہیں کیا۔ ان کو ناراض کیا تو خدا کو ناراض کیا"۔ حضرت ابوبکرؓ نے فوراً جاکر ان سے معافی مانگی۔

بدر کی لڑائی میں حضرت عباسؓ بھی گرفتار ہوکر آئے تھے۔ کافر اپنے قیدی فدیہ دے کر چھڑا رہے تھے۔ حضرت عباس آپ کے چچا تھے۔ لوگوں نے چاہا کہ ان کو بغیر فدیہ کے چھوڑ دیا جائے۔ مگر آپ نے فرمایا کہ "ایک درہم بھی معاف نہ کیا جائے"۔

ایک دفعہ مجلس میں دائیں جانب ایک دیہاتی عرب بیٹھا تھا۔ اور بائیں جانب حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ۔ آپ کے سامنے دودھ آیا۔ آپ پی چکے تو حضرت عمرؓ نے اشارہ کیا کہ باقی حضرت ابوبکرؓ کو عنایت ہو مگر آپ نے فرمایا پہلے داہنی جانب والے کا حق ہے اور بچا ہوا دودھ دیہاتی کو دے دیا۔

مکے میں خانہ کعبہ بن رہا تھا تو آپ بھی اپنے کندھے پر پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تھے۔ مدینے میں مسجد نبوی کے بنتے وقت خدا کا رسول بھی مزدوروں کی طرح کام کر رہا تھا۔

غزوۂ احزاب میں جب مدینے کے چاروں طرف خندق کھودی جارہی تھی تو سب کے ساتھ آپ بھی پھاوڑا چلا رہے تھے۔

بدر کی لڑائی میں سواریاں کم تھیں۔ تین تین آدمیوں کے درمیان ایک ایک اونٹ تھا۔ آپ بھی سب کی طرح دو آدمیوں کے ساتھ شریک تھے۔ لوگ باری باری سے سوار ہوتے تھے۔ صحابہ میں ہر ایک اصرار کرتا کہ حضور ہماری باری میں شریک ہوجائیں مگر آپ اُسے منظور نہ فرماتے۔

ایک سفر کے موقع پر سب مل کر کھانا پکانے لگے ہر ایک کے ذمّہ ایک کام کردیا گیا۔ آپ نے اپنے ذمّے جنگل سے لکڑیاں لانے کا کام لیا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ آپ تشریف رکھیں۔ ہم سب کام کرلیں گے۔" آپ نے فرمایا۔ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تم سے اپنے کو بڑا بناؤں۔ خدا اس بندے کو پسند نہیں کرتا جو اپنے ساتھیوں سے بڑا بنتا ہے۔

سادگی

آپ کی طبیعت میں بچپن ہی سے بناوٹ اور تکلّف نام کو نہ تھا۔ ہمیشہ سادگی پسند کرتے تھے۔ مکّے میں تو خیر جتنے دن گذرے تکلیف ہی میں گذرے مگر مدینے میں رفتہ رفتہ آپ کو بہت کامیابی نصیب ہوئی تمام عرب آپ کے قدموں تلے آگیا تھا۔ آپ چاہتے تو بادشاہوں کی طرح ٹھاٹھ کی زندگی بسر کرسکتے تھے۔ رہنے کے لئے بڑے بڑے محل بنوا سکتے تھے۔ اپنی خدمت کے لئے بہت سے نوکر چاکر رکھ سکتے تھے۔ اچھے سے اچھا کھا سکتے تھے اچھے سے اچھا پہن سکتے تھے۔ مگر آپ نے ان باتوں کو ہمیشہ نفرت

کی نظر سے دیکھا۔ اور اپنی سادگی میں کوئی فرق نہ آنے دیا۔ مسجد نبوی سے ملے ہوئے آپ کے رہنے کے لئے جو مکان بنے تھے وہ یا تو کچی اینٹوں کے بہت ہی چھوٹے چھوٹے کمرے تھے یا چٹائیوں سے زمین گھیر دی گئی تھی۔ کھانے کا یہ حال تھا کہ جو کچھ سامنے آجاتا کھا لیتے کبھی کبھی دو دو مہینے گھر میں آگ نہ جلتی صرف دودھ اور کھجور پر گذر ہوتی۔ کپڑا ایک جوڑے سے زیادہ کبھی آپ کے پاس نہیں رہا۔ ہمیشہ موٹا جھوٹا پہنتے، زرق برق لباس سے آپ کو نفرت تھی۔

بیٹھنے کے لئے فرش ضروری نہیں تھا۔ زمین پر چٹائی پر جہاں جگہ مل جاتی بیٹھ جاتے بستر کے لئے چمڑے کا ایک گدا تھا جس میں بجائے روئی کے کھجور کی چھال بھری تھی کبھی کبھی کھری چارپائی اور چٹائی پر بھی سو جاتے۔

حضرت عائشہؓ نے ایک دفعہ خوب صورتی کے لئے دیوار پر پردے لٹکا دئے تھے۔ آپ نے انھیں دیکھا تو فوراً پھاڑ ڈالا۔ اسی طرح ایک بار حضرت فاطمہؓ نے بچوں کو سونے کے کنگن پہنائے اور دروازے پر پردے لٹکائے۔ آپ اُن کے گھر تشریف لے جا رہے تھے مگر یہ کیفیت دیکھ کر دروازے سے لوٹ آئے۔ حضرت فاطمہؓ نے اُسی وقت پردے علیحدہ کر دئے اور بچوں کے ہاتھ سے کنگن اُتار لئے۔

اپنے ہاتھ سے کام کرنا

آج کل عام طور پر ہمارے یہاں گھر کا کام کرنا عیب سمجھا جاتا ہے مگر خود ہمارے رسولؐ کو جن کی ہم اُمّت ہیں گھر کے کام کاج میں ذرا بھی تکلف نہ ہوتا تھا۔ آپ مکان میں اپنے ہاتھ سے جھاڑو دے لیتے تھے۔ دودھ دوہ لیتے تھے، بازار سے سودا سُلف خرید لاتے

تھے۔ اونٹ کو اپنے ہاتھ سے باندھ دیتے تھے۔ ڈول میں ٹانکے لگا لیتے تھے۔ غلام کے ساتھ مل کر آٹا گوندھ لیتے تھے۔ کپڑوں میں پیوند لگا لیتے تھے۔ جوتی پھٹ جاتی تو خود ہی گانٹھ لیتے تھے۔

ایک بار اپنے ہاتھ سے مکان کی مرمت کر رہے تھے۔ دو صحابہ خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو کام کرتے دیکھ کر خود بھی شریک ہو گئے۔ جب کام ہو چکا تو آپ نے اُن کے لئے دعا مانگی۔

دوسروں کے کام کرنا

جس طرح آپ اپنے کام خود کر لیتے تھے۔ اسی طرح دوسروں کے کام کر دینے میں بھی آپ کو عار نہ تھا۔ یتیموں، بیواؤں اور غریبوں کے کام آپ بڑی خوشی سے کرتے تھے۔ مدینے کی لونڈیاں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا کام بتاتیں آپ اُسی وقت اُٹھ کھڑے ہوتے اور اُن کا کام کر دیتے۔

ایک صحابی کو آپ نے لڑائی پر بھیجا تھا۔ اُن کے گھر میں کوئی مرد نہ تھا۔ عورتیں دودھ دوہنا نہیں جانتی تھیں۔ آپ روزانہ اُن کے گھر جا کر دودھ دوہ آتے تھے۔

ایک بار آپ نماز کے لئے کھڑے ہو رہے تھے کہ ایک بدّو آیا اور کہنے لگا: یا رسولؐ اللہ! میرا ذرا سا کام ہے ایسا نہ ہو بھول جاؤں اس لئے پہلے اُسے کر دیجئے۔ آپ اسی وقت مسجد سے باہر نکل آئے۔ اس کام کو کر دیا پھر نماز پڑھی۔

ہمدردی اور رحم دلی

خود خدا نے آپ کو رحمۃ اللعالمین (دونوں جہانوں کے لئے رحمت) کا لقب عطا کیا ہے۔ آپ کی ہمدردی اور رحم دلی تمام دنیا کے لئے عام تھی۔ آپ نے کبھی کسی کے حق میں بد دعا نہیں کی۔ بعض موقعوں پر صحابہ کو دشمنوں سے سخت تکلیف پہنچی۔ اُنھوں نے آپ سے اُن کے حق میں بد دعا کرنے کی درخواست کی۔ مگر آپ نے ہمیشہ یہی جواب دیا کہ میں دنیا میں لعنت کے لئے نہیں آیا ہوں بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ آپ مسلمانوں کو ہمیشہ نصیحت کرتے تھے۔ کہ ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو۔ آپس میں بھائی بھائی کی طرح رہو مسلمان اُسی وقت بنو گے جب کہ تم دوسروں کے لئے بھی وہی بات پسند کروگے جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو۔ اور تم میں سے ایمان اُسی شخص کا پکا ہوگا جو لوگوں سے اللہ کے لئے محبت کرے اور جو بات اپنے لئے پسند کرے وہی دوسروں کے لئے پسند کرے۔

ایک دیہاتی عرب نے آپ کے سامنے دعا مانگی کہ یا اللہ! مجھ پر اور محمدؐ پر رحمت بھیج اور کسی کو اس میں شریک نہ کر۔" آپ نے اسے سخت ناپسند کیا۔

نرم دلی کا یہ حال تھا کہ دوسروں کو مصیبت میں دیکھ کر آنسو نکل آتے تھے۔ آپ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا بچہ دم توڑ رہا تھا۔ آپ نے دیکھا تو بے اختیار آنسو نکل آئے ایک صحابی نے تعجب کیا۔ آپ نے فرمایا "خدا اُنھی بندوں پر رحم کرتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں۔"

ایک صحابی اپنے کفر کے زمانے کا قصہ بیان کر رہے تھے کہ اس وقت لڑکیوں کو

زندہ زمین میں گاڑ دیتے تھے۔ میں نے بھی اپنی لڑکی کو زمین میں گاڑ دیا۔ وہ ابا' ابا' کہہ رہی تھی اور میں اس پر مٹی ڈالتا جا رہا تھا۔ اس ظلم اور بے دردی کو سن کر آپ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ آپ نے دوبارہ اس قصے کو سُنا اور بہت روئے۔

بدر کی لڑائی میں آپ کے چچا حضرت عباسؓ بھی گرفتار ہو کر آئے تھے لوگوں نے اُن کے ہاتھ پیر اس بُری طرح جکڑ دئے تھے کہ وہ درد سے کراہ رہے تھے اُن کے کراہنے کی آواز آپ کے کانوں میں پہنچ رہی تھی اور آپ کو بے چینی سے نیند نہیں آتی تھی۔ لوگ آپ کی اس بے چینی کی وجہ سمجھ گئے۔ حضرت عباسؓ کی گرہیں ڈھیلی کی گئیں تب آپ آرام سے سُوئے۔

بیمار خواہ دشمن ہوتا یا دوست' کافر ہوتا یا مسلمان' ہر ایک کی عیادت (بیمار پرسی) کو تشریف لے جاتے' مریض کے پاس بیٹھتے۔ اس کا حال پوچھتے۔ اُسے تسلی دیتے اس سے دریافت کرتے کہ کس چیز کو جی چاہتا ہے۔ اگر وہ چیز اس کے لئے مضر نہ ہوتی تو اس کا انتظام کر دیتے۔

ایک یہودی غلام سخت بیمار ہوا۔ تو آپ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے۔
ایک حبشی غلام مسجد میں جھاڑو دیتا تھا۔ وہ مر گیا۔ آپ کو کسی نے خبر نہ کی۔ ایک دن آپ نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ آپ نے اس کی قبر پر جا کر جنازے کی نماز پڑھی۔

ایک صحابی بیمار ہوئے۔ آپ کئی بار ان کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ اُن کا انتقال ہوا تو رات کا وقت تھا۔ لوگوں نے تکلیف کے خیال سے آپ کو اطلاع نہ دی صبح کو آپ کو معلوم ہوا تو آپ نے شکایت کی اور ان کی قبر پر جا کر نماز پڑھی۔

ایک بار ایک صحابی کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ ان کی حالت دیکھ کر آپ کے آنسو نکل آئے۔ آپ کو روتا دیکھ کر سب رونے لگے۔

جانوروں پر رحم

جانوروں کی حالت پر بھی آپ بہت ترس کھاتے تھے۔ عرب میں جانوروں پر بہت ظلم ہوتا تھا۔ زندہ جانوروں کے بدن سے گوشت کاٹ کر پکاتے تھے۔ ان کی دم اور ایال کاٹ دیتے تھے، اُنھیں آپس میں لڑاتے تھے، سامنے باندھ کر اُنھیں نشانہ بناتے اور تیر چلانے کی مشق کرتے تھے۔ آپ نے ان سب باتوں کو سختی سے روک دیا۔

ایک بار ایک صحابی چڑیا کے گھونسلے سے انڈا اُٹھا لائے چڑیا بے قرار ہو کر اپنے پَر پھڑپھڑانے لگی۔ آپ نے فرمایا "اس کا انڈا چھین کر کس نے اس کو تکلیف دی" ان صحابی نے عرض کیا "یا رسُول اللہؐ! میں اُٹھا لایا ہوں" آپ نے فرمایا "وہیں رکھ آؤ" اسی طرح ایک صحابی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چادر میں چڑیا کے بچے چھپے ہوتے تھے۔ آپ نے پوچھا "کیا چیز ہے" عرض کیا چڑیا کے بچے ہیں۔ میں نے جب انھیں گھونسلے سے اُٹھایا تو چڑیا میرے سر پر منڈلانے لگی" آپ نے فرمایا "جاؤ انھیں وہیں رکھ آؤ"

ایک بار راستے میں ایک اونٹ ملا۔ بھوک کے مارے اس کا پیٹ پیٹھ سے لگ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا "ان بے زبانوں کے معاملے میں خدا سے ڈرو" اسی طرح آپ ایک مرتبہ کھجوروں کے باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک

بھوکا اونٹ نظر پڑا۔ آپ کو دیکھ کر بلبلانے لگا۔ آپ نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اور اس کے مالک سے کہا "تم اس جانور کے معاملے میں خدا سے نہیں ڈرتے"

اولاد سے محبّت

آپ کو اپنی اولاد سے بہت محبت تھی۔ حضرت فاطمہؓ کو خصوصاً آپ بہت چاہتے تھے۔ جب کبھی سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے اُن کے پاس جاتے۔ وہ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ کھڑے ہو جاتے۔ اُن کی پیشانی چومتے اور اپنی جگہ اُن کے لئے خالی کر دیتے۔

حضرت زینب کی ایک چھوٹی بچّی کا نام اُمامہ تھا۔ آپ کو اس بچّی سے بہت محبّت تھی۔ کبھی کبھی نماز پڑھتے وقت بھی اُسے لئے رہتے۔

آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم مدینے سے کوئی تین چار میل کے فاصلے پر ایک انّا کے پاس پرورش پاتے تھے۔ آپ ان کو دیکھنے کے لئے پیدل تشریف لے جاتے تھے۔ گھر میں دھواں بھرا ہوتا مگر آپ اندر جا کر بچّے کو پیار کرتے اور واپس آتے۔

حضرت حسنؑ اور حسینؑ سے آپ کو بہت محبت تھی۔ فرماتے کہ "یہ میرے گلدستے ہیں" ایک بار حضرت حسنؑ آپ کے کندھے پر سوار تھے۔ ایک صحابی نے کہا "کیا سواری ہاتھ آئی ہے" آپ نے فرمایا "اور سوار بھی کیسا ہے" ایک دفعہ حضرت حسینؑ آپ کے پیر پہ پیر رکھ کر کھڑے ہوئے آپ نے فرمایا "اوپر چڑھ آؤ" انھوں

نے آپ کے سینے پر پیر رکھ دیئے۔ آپ نے منہ چوم کر فرمایا "اے خدا! میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ" ایک دفعہ آپ کہیں دعوت میں تشریف لے جارہے تھے راستے میں حضرت حسینؓ کھیل رہے تھے۔ آپؐ نے آگے بڑھ کر ہاتھ پھیلا دئے۔ وہ ہنستے ہوئے پاس آآکر نکل جاتے تھے۔ آخر آپ نے انھیں پکڑ لیا ایک ہاتھ ٹھوڑی اور ایک سر پر رکھ کر سینے سے لپٹا لیا اور فرمایا "حسینؓ میرا ہے اور میں حسینؓ کا ہوں"

دوسرے بچوں پر شفقت

یہ محبت اپنے ہی بچوں کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ سب بچوں پر آپ شفقت فرماتے تھے۔ حضرت اسامہؓ آپ کے متبنیٰ حضرت زید کے لڑکے تھے۔ آپ کو ان سے بے حد محبت تھی، فرماتے "اگر اسامہ بیٹی ہوتی تو میں اسے زیور پہناتا۔ ان کی ناک اپنے ہاتھ سے صاف کرتے۔ فصل کا کوئی میوہ آتا تو پاس بیٹھنے والوں میں جو سب سے کم عمر بچہ ہوتا پہلے اُسے دیتے۔

ایک صحابی خالد بن سعید کی ایک چھوٹی سی بچی تھی یہ حبش میں پیدا ہوئی تھی۔ حبشی زبان میں سنہ اچھے کو کہتے ہیں۔ ایک دفعہ خالد بن سعید اس بچی کو آپ کی خدمت میں لائے۔ یہ سرخ کپڑے پہنے ہوتے تھی۔ آپ کی نظر پڑی تو گود میں لے لیا۔ اور فرمایا "سنہ سنہ" یعنی کیسی اچھی، کیسی پیاری، آپ کی پیٹھ پر کچھ اُبھرا ہوا گوشت تھا جسے مہر نبوت کہتے ہیں، بچی ناسمجھ تو تھی ہی اس سے کھیلنے لگی۔ خالد نے گھُرکا مگر آپ نے فرمایا "کھیلنے دو"

ایک صحابی اپنے بچپن کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ میں انصار کے باغ میں چلا جاتا۔ ڈھیلوں سے مار مار کر خوب کھجوریں گراتا اور خوب کھاتا۔ ایک روز لوگ مجھے آپؐ کی خدمت میں پکڑ لائے۔ آپؐ نے پوچھا "یہ تم ڈھیلے کیوں مارتے ہو" میں نے کہا کھجوریں کھانے کے لئے" آپؐ نے فرمایا "ڈھیلے نہ مارا کرو جو کھجوریں گر جائیں انھیں کھا لیا کرو" پھر آپ نے محبت سے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کے پاس ایک غریب عورت آئی دو بچے ساتھ تھے۔ حضرت عائشہؓ کے پاس اس وقت دینے کو کچھ نہ تھا۔ ایک کھجور پڑی تھی وہی اٹھا کر دے دی۔ عورت نے کھجور کے دو ٹکڑے کر کے دونوں بچوں کو دے دیئے۔ انھوں نے یہ واقعہ آپ سے بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا "جس کے دل میں خدا اولاد کی محبت ڈال دے۔ اور وہ اس کا حق بھی پورا کرے اُسے دوزخ کی آگ نہیں چھو سکتی۔

حضرت انسؓ کوئی دس برس کے ہوں گے کہ ان کی ماں نے انھیں آپ کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔ آپ اُن سے چھوٹے موٹے کام لیتے تھے۔ بچے تو تھے ہی کبھی شرارت کی باتیں کر دیتے تھے۔ ایک دفعہ کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے مجھ سے کسی کام کو کہا میں نے کہا "جائیے! میں تو نہیں کرتا" باہر نکلا تو بچے کھیل رہے تھے۔ میں بھی کھیل میں لگ گیا تھوڑی دیر بعد کسی نے پیچھے سے میرا گلا پکڑ لیا۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو آپ کھڑے ہنس رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ "انس! تم سے جس کام کو کہا تھا اُس کو اب تو کر دو!"

یہی حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ "نماز شروع کرتا ہوں اور ارادہ کرتا ہوں کہ دیر میں ختم کروں مگر کہیں کسی صف سے بچے کے

رونے کی آواز آجاتی ہے تو بس میں نماز مختصر کر دیتا ہوں کہ کہیں اس کی ماں کو تکلیف نہ ہو۔"

ایک بار آپ بچّوں کو پیار کر رہے تھے۔ ایک دیہاتی اور جنگلی عرب دیکھ کر کہنے لگا "تم لوگ بچّوں کو پیار کرتے ہو۔ میرے دس بچّے ہیں مگر اب تک میں نے کسی کو پیار نہیں کیا۔" آپؐ نے فرمایا "خدا تمھارے دل سے محبّت چھین لے تو میں کیا کروں۔"

آپ مکّے سے ہجرت کر کے مدینے میں داخل ہوئے تو چھوٹی چھوٹی لڑکیاں خوشی کے گیت گا رہی تھیں، آپؐ نے فرمایا "لڑکیو! تم مجھے پیار کرتی ہو۔" اُنھوں نے کہا ہاں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا "میں بھی تمھیں پیار کرتا ہوں۔ حجۃ الوداع کے وقت جب آپؐ شہر میں داخل ہو رہے تھے تو قریش کے بچّے باہر نکل آئے آپ نے اپنے اونٹ پر کسی کو آگے کسی کو پیچھے بٹھا لیا۔

حضرت عائشہؓ کی شادی جس وقت ہوئی ہے تو وہ بہت کم عمر تھیں اپنے محلے کی لڑکیوں کے ساتھ کھیلا کرتیں۔ آپؐ گھر میں تشریف لاتے تو یہ لڑکیاں ادھر اُدھر چھپ جاتیں مگر آپ اُنھیں دلاسا دیتے اور کھیلنے کو کہتے۔

ایک صحابی اپنے بچپن کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں نے آپؐ کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپؐ نماز پڑھ کر اپنے گھر کی طرف تشریف لے چلے۔ میں بھی پیچھے پیچھے ہو لیا۔ راستے میں بچّے کھیل رہے تھے۔ آپؐ نے سب کو پیار کیا اور مجھے بھی پیار کیا۔

کافروں کے بچّوں سے بھی آپؐ اسی طرح محبّت کرتے تھے۔ ایک بار کسی

جنگ میں کافروں کے چند بچے جھپیٹ میں آکر مارے گئے۔ آپ کو اس کا بہت رنج ہوا۔ لوگوں نے کہا "یا رسول اللہ وہ تو کافروں کے بچے تھے"۔ آپ نے فرمایا: "کافروں کے بچے بھی تم سے اچھے ہیں۔ خبردار بچوں کو قتل نہ کرو۔ خبردار بچوں کو قتل نہ کرو"۔

پاکیزگی اور صفائی

جسم کی صفائی اور کپڑوں کی ستھرائی تندرستی کے لئے بہت ضروری ہے میلے رہنے سے انسان پر نحوست سی چھائی رہتی ہے۔ عرب کے رہنے والوں میں جہاں اور بہت سی خرابیاں تھیں۔ ایک خرابی یہ بھی تھی کہ صاف نہیں رہتے تھے۔

جہالت کی وجہ سے اُن میں بہت سی بدتمیزیاں تھیں جہاں ہوتا راستہ چلتے پیشاب کر دیتے، جہاں ہوتا تھوک دیتے پیشاب کرتے تو کپڑوں کا خیال نہ رکھتے آپ نے لوگوں کے دل کا میل کچیل صاف کرنے کے ساتھ ہی اُن کے جسم اور کپڑوں کی صفائی کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ لوگ میلے کچیلے آپ کے سامنے آتے تو آپ کو بہت تکلیف ہوتی۔

ایک شخص میلے کپڑے پہنے ہوئے آپ کے سامنے آیا۔ آپ نے فرمایا "اس سے اتنا نہیں ہوتا کہ اپنے کپڑے دھولیا کرے"۔ ایک اور صاحب بہت ہی خراب کپڑوں میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے پوچھا "تمھیں کچھ مقدور ہے؟" اُنھوں نے کہا "ہاں"۔ آپ نے فرمایا "خدا نے جب نعمت دی ہے تو صورت سے

بھی اس کا اظہار ہونا چاہیئے"۔ ایک شخص کے بال بکھرے ہوئے تھے، آپؐ نے دیکھا تو فرمایا کہ "اس شخص سے اتنا نہیں ہوتا کہ بال ٹھیک کر لیا کرے۔

ایک بار جمعہ کے دن کچھ لوگ میلے کپڑوں میں مسجد میں چلے گئے مسجد تنگ تھی پسینہ جو آیا تو اس کی بدبو پھیل گئی۔ آپؐ کو اس سے بہت تکلیف ہوئی۔ نماز کے بعد آپ نے لوگوں سے فرمایا "نہا کر آتے تو اچھا ہوتا"۔

مسجد بہت پاک جگہ ہے مگر لوگ اس کا بھی خیال نہیں رکھتے تھے۔ نماز پڑھتے میں سامنے دیواروں پر اور فرش پر تھوک دیتے تھے۔ آپؐ کو یہ بات بہت ناپسند تھی خود چھڑی کی نوک سے ان دھبوں کو کھرچتے تھے۔ ایک بار دیوار پر تھوک کا دھبا دیکھا تو چہرہ غصے سے سُرخ ہو گیا۔ ایک انصاری بی بی نے اس دھبے کو کھرچ کر اس کی جگہ خوشبو لگا دی۔ آپؐ بہت خوش ہوئے اور اُن کی تعریف کی۔

ایک بار آپؐ نے مسجد کی دیوار سے تھوک کے دھبوں کو کھرچ کھرچ کر مٹایا، اور لوگوں سے ناراض ہو کر فرمایا کہ "کیا تمھیں یہ اچھا معلوم ہوگا کہ لوگ تمہارے منہ پر تھوک دیں؟ نماز پڑھتے وقت خدا تمھارے سامنے اور فرشتے داہنی طرف ہوتے ہیں۔ اس لئے تھوکنا نہیں چاہیئے"۔

ایک صحابی مسجد میں نماز پڑھا رہے تھے۔ عین نماز کی حالت میں اُنھوں نے تھوک دیا۔ آپؐ کو معلوم ہوا تو حکم دیا کہ آئندہ سے یہ نماز نہ پڑھائیں۔

لوگ بلا تکلف راستے میں پاخانے پیشاب کے لئے بیٹھ جاتے تھے۔ آپؐ کو اس سے سخت نفرت تھی۔ آپ نے ان لوگوں پر لعنت بھیجی ہے جو راستے میں یا درختوں کے سائے میں ایسی حرکت کرتے ہیں۔

ایک دفعہ آپؐ کہیں تشریف لے جا رہے تھے. راستے میں دو قبریں نظر آئیں. آپ نے فرمایا "ان میں سے ایک پر اس لئے عذاب ہو رہا ہے کہ پیشاب کرتے وقت اپنے کپڑے نہیں بچاتا تھا"

آپ خود بھی بہت پاک وصاف رہتے تھے. لباس معمولی ہوتا تھا. مگر ہمیشہ صاف رہتا تھا. آپ کو خوشبو بہت پسند تھی. جس گلی سے گذر جاتے تھے خوشبو سے مہک اٹھتی تھی. لہسن اور پیاز کی بدبو سے نفرت تھی اور حکم تھا کہ یہ چیزیں کھا کر نہ کوئی ہمارے پاس آئے اور نہ مسجد میں داخل ہو.

مسجد نبوی کی صفائی کا بہت خیال تھا. روزانہ خوشبو کی انگیٹھیاں سلگائی جاتی تھیں.

مردانہ کھیل اور ورزشیں

ورزش اور کھیل بہت ہی عمدہ مشغلہ ہے اس سے صحت اچھی رہتی ہے. کوئی مرض نہیں ہونے پاتا. انسان ہر وقت خوش وخرم اور چست و چالاک رہتا ہے' اور اس میں ہمت ودلیری اور بڑے بڑے کاموں کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے آنحضرت لوگوں کو ورزش کا شوق بھی بہت دلاتے رہتے تھے. خود آپ بہت طاقتور تھے. رکانہ عرب کا مشہور پہلوان تھا. اُسے اپنی طاقت پر بڑا زعم تھا. اور اس نے آپ سے شرط لگائی تھی کہ آپ مجھے پچھاڑ دیں تو مسلمان ہو جاؤں گا' آپ نے اُسے تین بار پچھاڑا.

آپ نشانہ بازی کی مشق بھی کراتے تھے. اس کے لئے لوگوں کو دو حصوں میں

تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ گھوڑے کی سواری آپ کو خاص طور سے پسند تھی۔ مدینے سے باہر ایک میدان تھا۔ وہاں گھوڑ دوڑ میں آپ کا گھوڑا آگے نکل گیا تو آپ کو بہت خوشی ہوئی۔ کبھی کبھی اونٹوں کی دوڑ بھی ہوتی تھی۔

ادب اور تمیز کی باتیں

رسول اکرم کی پوری زندگی کو اگر ہم اپنے لئے نمونہ بنالیں اور اسی پر چلنے کی کوشش کریں۔ تو پھر کوئی ہم پر انگلی نہیں اٹھا سکتا۔ کوئی ہمیں بے ادب اور بدتمیز نہیں کہہ سکتا۔ آپ کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، رہنا سہنا غرض ہر کام بڑے سلیقے اور تہذیب کے ساتھ ہوتا تھا۔ آپ کے بول بڑے میٹھے اور پیارے ہوتے تھے۔ بات ٹھہر ٹھہر کر فرماتے۔

ایک ایک بات تین تین بار دوہراتے، جس بات پر زور دینا ہوتا اُسے کئی بار کہتے۔ بات کرتے وقت اکثر نگاہ آسمان کی طرف ہوتی۔ کوئی چیز بیان کرتے تو اس کی تصویر کھینچ دیتے۔ خوشی کی حالت میں نگاہیں نیچی ہو جاتیں، بہت کم ہنستے ہنسی آتی تو صرف مسکرا دیتے۔ ایک صحابی کا بیان ہے کہ "آپ مجھے دیکھ کر ہمیشہ مسکرا دیا کرتے۔" اکثر خاموش رہتے، بے ضرورت کبھی نہ بولتے۔ کوئی دوسرا بات کرتا تو جب تک ختم نہ کر لیتا آپ خاموشی سے سنتے رہتے۔

کھانے میں کوئی اہتمام نہ ہوتا تھا جو سامنے آتا کھا لیتے تھے کوئی چیز ناپسند ہوتی تو اس میں ہاتھ نہیں ڈالتے تھے۔ اِدھر اُدھر ہاتھ نہیں بڑھاتے تھے۔ دوسروں کو بھی اس سے منع کرتے تھے۔ کھانا تکیے پر ٹیک لگا کر کبھی نہیں کھایا۔ اس کو

بدتمیزی اور غرور کی بات سمجھتے تھے۔

لباس عام طور پر موٹا جھوٹا اور معمولی ہوتا۔ مگر قیمتی لباس سے بھی آپ کو نفرت نہ تھی۔ کبھی کبھی قیمتی اور خوب صورت لباس بھی پہنا ہے۔ ہاں سُرخ رنگ کے کپڑوں سے بہت نفرت تھی۔

خوشبو بہت پسند تھی۔ کوئی تحفے میں خوشبو بھیجتا تو اُسے کبھی واپس نہ فرماتے اکثر مجلس میں خوشبو کی انگیٹھیاں جلائی جاتیں۔

ملاقات کے وقت پہلے خود سلام کرتے اور ہاتھ ملاتے (مصافحہ) اور جب تک دوسرا خود ہاتھ نہ چھوڑتا۔ آپ بھی نہ چھوڑتے۔ اسی طرح کوئی آپ کے کان میں کچھ کہتا تو اس وقت تک رُخ نہ پھیرتے۔ جب تک وہ خود منہ نہ ہٹا لیتا۔

مجلس میں صحابہ کے ساتھ اس طرح بیٹھتے کہ نہ جاننے والوں کو پہچاننا مشکل ہوجاتا۔ کہیں تشریف لے جاتے تو عزت کی جگہ بیٹھنے سے پرہیز کرتے۔ جہاں جگہ مل جاتی بیٹھ جاتے۔ ایک بار ایک صحابی کے یہاں تشریف لے گئے۔ اُنھوں نے آپ کے لئے گدا ڈال دیا مگر آپ زمین پر بیٹھ گئے۔

جو کوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو پہلے "السلام علیکم"[1] کہتا پھر اندر آنے کی اجازت لیتا۔ کوئی شخص اس کے خلاف کرتا تو آپ واپس کر دیتے۔ خود کسی کے گھر پر تشریف لے جاتے تو دروازے کے دائیں یا بائیں کھڑے ہوجاتے۔

---

[1] یعنی تم پر سلامتی ہو۔

اور زیادہ سے زیادہ تین بار السلام علیکم کہہ کر اندر آنے کی اجازت لیتے اگر اس پر بھی اندر سے آواز نہ آتی تو واپس لوٹ جاتے۔

عام طور پر صبح کی نماز کے بعد مسجد میں صحابہ کا مجمع ہوتا۔ آپ بھی اس میں شریک ہوتے ہر شخص سے مزاج پرسی کرتے۔ لوگوں کی حاجتیں اور ضرورتیں دریافت کرتے۔ اگر کسی کی کوئی حاجت ہوتی تو اُسے پورا کرتے۔ پھر وعظ و نصیحت فرمانے لگتے۔ یا کسی قسم کا کوئی ذکر چھڑ جاتا۔ تو خود بھی اس میں شامل ہو جاتے۔ اس درمیان میں کوئی شخص آجاتا تو اس کے رُتبے کے مطابق اس کی تعظیم کرتے۔ ہنسی دل لگی کی باتیں ہونے لگتیں تو آپ بھی اس میں شریک ہو جاتے۔

ایک بار ایک دیہاتی صحابی شہر میں آئے۔ بازار میں اپنا سامان فروخت کر رہے تھے اتفاق سے آپؐ بھی اس طرف سے گزرے اور پیچھے سے جا کر انھیں گود میں دبا لیا۔ یہ مشغول تھے کہنے لگے "کون ہے چھوڑ دو"۔ پھر پیچھے مڑ کر جو دیکھا تو آپؐ تھے۔ اپنی پیٹھ اور بھی آپؐ کے سینے سے چپکا دی۔ آپؐ نے فرمایا "کوئی اس غلام کو خریدتا ہے"۔ وہ کہنے لگے "یا رسول اللہ! مجھ جیسے غلام کو جو کوئی خریدے گا نقصان اُٹھائے گا"۔ آپؐ نے فرمایا "مگر خدا کے نزدیک تمھارے دام بہت زیادہ ہیں"۔

حضرت انسؓ کے چھوٹے بھائی نے ایک ممولا پال رکھا تھا اور اس سے انھیں بہت محبت تھی۔ وہ اتفاق سے مر گیا تو انھیں بہت رنج ہوا۔ آپؐ نے انھیں غمگین دیکھ کر فرمایا "ابو عمیر! تمھارے ممولے کو کیا ہوا؟" خود حضرت انسؓ کو آپؐ "دو کان والے" کہہ کر پکارتے تھے۔

ایک صحابی نے آپؐ سے اونٹ کے لیے درخواست کی۔ آپؐ نے فرمایا "میں تمہیں اونٹنی کا بچہ دوں گا۔" اِن بے چارے نے پریشان ہو کر کہا "یا رسول اللہ! میں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا۔" آپ نے فرمایا "عقلمند! کوئی اونٹ ایسا بھی ہے جو اونٹنی کا بچہ نہ ہو۔"

ایک بڑی بی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا "یا رسول اللہ! آپ میرے لیے جنت کی دعا کیجئے۔" آپؐ نے فرمایا "بوڑھیاں بہشت میں نہ جائیں گی۔" بڑی بی کو بہت صدمہ ہوا اور روتی ہوئی واپس چلیں۔ آپ نے صحابہ سے فرمایا "انھیں سمجھا دو کہ بوڑھیاں بہشت میں جائیں گی مگر جوان ہو کر۔"

کتبہ محمد شفیع ۱۹۶۲

سرکارِ دو عالم

(حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک)

محمد حسین حسان ندوی جامعی
سابق ایڈیٹر پیام تعلیم

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی